مجمع البحرین

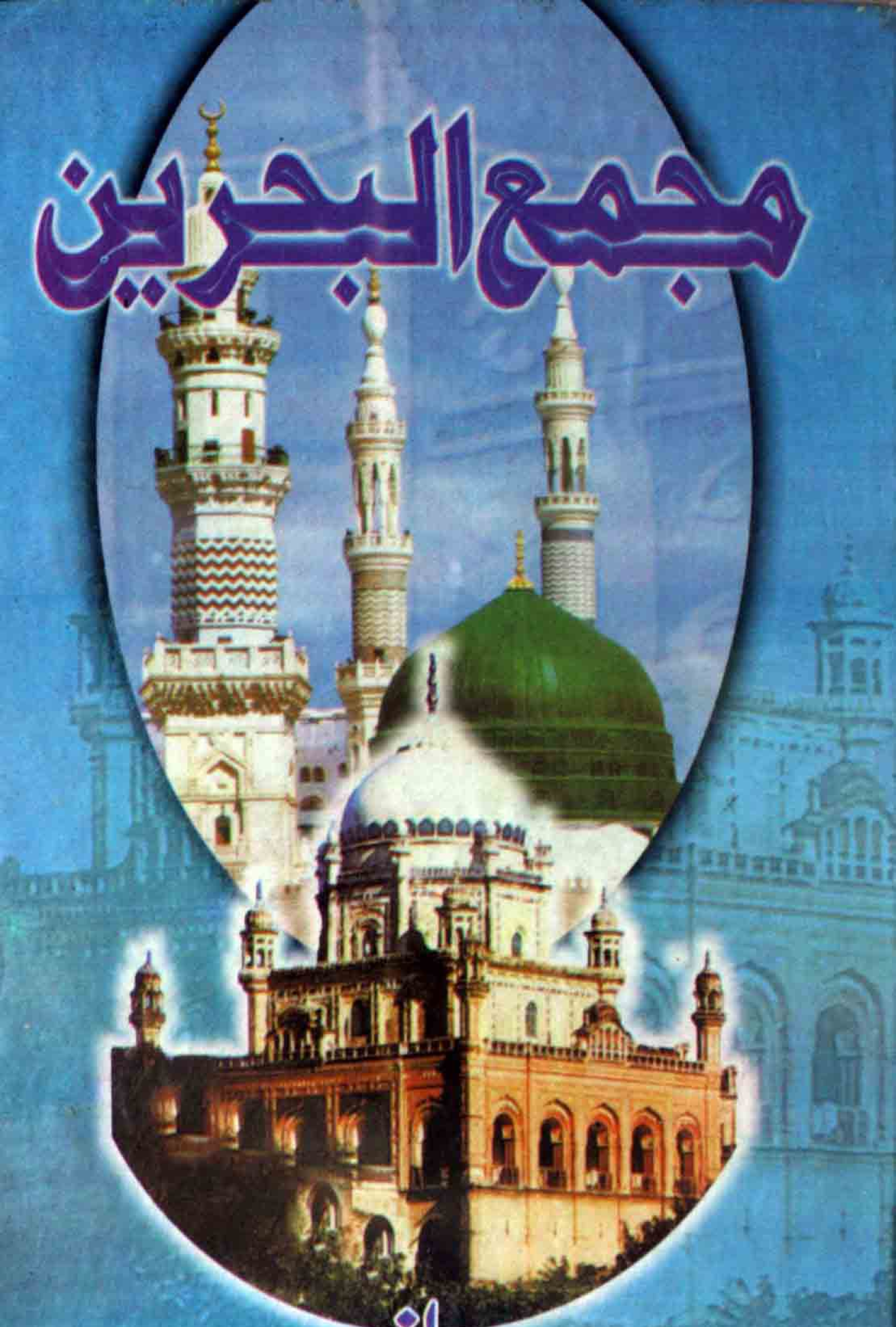

مؤلف: ڈاکٹر عبدالغنی پی ایچ ڈی

ادارہ حزب اللہ آستانہ عالیہ جلال پور شریف

☆﴿سلسلہ شریف چشتیہ حیدریہ جلالپور شریف﴾☆

اے خداوندا تو ذات کبریا کے واسطے   رحم کر مجھ پر محمد مصطفیٰ ﷺ کے واسطے

میں ہوا ہوں سخت زار اس بند محنت میں اسیر   کھول دے مشکل کشا علیؓ المرتضیٰ کے واسطے

خواجہ بصری حسنؒ کا نام لاتا ہوں شفیع   شیخ عبدالواحدؒ اہل بقاء کے واسطے

فضل کر مجھ پر طفیل خواجہ ابن عیاضؒ   شاہ ابراہیمؒ بلخی بادشاہ کے واسطے

حضرت خواجہ حذیفہؒ کے لئے تک رحم کر   پھر ہبیرؒ البصری صاحب ہدیٰ کے واسطے

خواجہ ممشادؒ کی خاطر میرا دل شاد کر   شیخ ابواسحٰقؒ قطب چشتیاکے واسطے

خواجہ ابد ال احمد بو محمد مقتدائےؒ   خواجہ بویوسفؒ صاحب صفا کے واسطے

خو اجہ مودودؒ حق اور خواجہ حاجی شریف   خواجہ عثمانؒ اہل اقتدا کے واسطے

والی ہندوستان خواجہ معین الدین حسنؒ   شیخ قطب الدینؒ قطب الاتقیاء کے واسطے

کام کر شیریں طفیل خواجہ گنج شکرؒ   اور نظام الدینؒ محبوب اولیاء کے واسطے

دل کو روشن کر طفیل شاہ نصیر الدینؒ چراغ   اور کمال الدینؒ کمال اصفیاء کے واسطے

حضرت محمودؒ راجن سرور دنیا و دین   اور جمال الدینؒ جمن صاحب صفاکے واسطے

شیخ حسنؒ اور خواجہ شیخ محمدؒ کے طفیل   حضرت یحییٰؒ مدنی مقتدیٰ کے واسطے

فضل کرمجھ پر طفیل شاہ کلیمؒ اللہ ولی   اور نظام الدینؒ مقبول خدا کے واسطے

دین و دنیا کا وسیلہ پیر عالم فخر الدینؒ   خواجہ نور محمد رہنماکے واسطے

حضرت خواجہ سلیمانؒ دوجہاں کے دستگیر   قبلۂ حاجات کعبہ مدعاکے واسطے

کرم کر مجھ پر طفیل خواجہ عالی جناب   شیخ شمس الدینؒ شمس چشتیاکے واسطے

صفدر میدان ولایت شیخ شمس الدینؒ سیال   مقتدائے چشتیاں بحر صفاکے واسطے

طو طی بستان چشتی بلبل باغ سیا ل   معدن حلم و حیاحیدر صفا کے واسطے

فضل کے ہاتھوں سے مجھ کو میوہ مقصد کھلا   اس عمر فاروق عادل بے ریا کے واسطے

ذکر تیرا تیری الفت تیرا عرفاں ہو نصیب   شیخ ابوالبرکات سید فضل شاہ کے واسطے

برکتیں حاصل ہوں مجھ کو دین و دنیا میں سدا   سید برکات احمد پیشوا کے واسطے

سید انیس حیدر مدظلہ وارث علم ہدی   نو ر چشم شاہ حیدرؒ اولیاء کے واسطے

سید تنویر حیدر مدظلہ وارث علم ہدی   نور چشم شاہ حیدرؒ اولیاء کے واسطے

بخش دے اپنی محبت اور قطع کر دے ما سوا   برکت پیران شجرہ چشتیا کے واسطے

اللھم صلی علی محمد و علی ال محمد و بارک وسلم

marfat.com

باسمہ سبحانہ

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ

مجمع البحرین

خواجہ غریب نواز سید غلام حیدر علی شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ

خواجہ ابوالبرکات سید محمد فضل شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ

اور

حضرت پیر سید برکات احمد شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

کے حالات طیبہ

مؤلف

ڈاکٹر عبدالغنی پی ایچ ڈی

marfat.com

یکے از مطبوعات آستانہ عالیہ جلالپور شریف

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب ⟵ مجمع البحرین
مؤلف ⟵ ڈاکٹر عبدالغنی صاحب پی۔ایچ۔ڈی
اشاعت دوم ⟵ جون 2002ء
زیر اہتمام ⟵ ادارہ حزب اللہ آستانہ عالیہ جلالپور شریف
ناشر ⟵ بزم حیدریہ، جامعہ حیدریہ فضل العلوم جلالپور شریف
کمپوزنگ ⟵ شاکر آرٹس اینڈ کمپیوٹرز منڈی بہاؤالدین : راشد محمود راقم
پرنٹرز: ⟵ پرنس شادی کارڈ سنٹر انارکلی یاسین پلازہ منڈی بہاؤالدین
ہدیہ ⟵ -/35 روپے

ملنے کے پتے

دربار عالیہ جلالپور شریف (جہلم) فون: 0458:786001
جامعہ حیدریہ فضل العلوم جلالپور شریف

marfat.com

بصد ادب و احترام

ہدیۂ عقیدت و تشکّر

بخدمت جناب سیادت مآب حضرت سیّد برکات احمد صاحب مدظلہ العالی

سجادہ نشین جلال پور شریف و امیر حزب اللہ

marfat.com

بسم اللہ تعالیٰ

فہرست مضامین

صفحہ نمبر	مقالہ	نمبر شمار
۴	عنوانِ بدیع	۱
۵	حرفِ اوّل	۲
۶	خواجہ غریب نواز سید غلام حیدر شاہؒ	۳
۲۳	خواجہ غریب نوازؒ کا قطعۂ تاریخ	۴
۳۷	سیرت حضرتِ ابوالبرکات سید محمد فضل شاہؒ	۵
۵۷	حضرت ابوالبرکاتؒ کے وصال پر قطعہ	۶
۶۰	بیادِ حضرت ابوالبرکاتؒ نوّر اللہ مضجعہ	۷
۶۳	خواجہ فضل شاہ شیئاً للہ (از حافظ نذر حسین شاد فاروقی)	۸
۶۵	حسنِ اختتام	۹

marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

☆ ﴿پیش لفظ﴾ ☆

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم اما بعد!

آج مادہ پرستی کے دور میں ہر شخص مادی ثروت' لذت' مسرت اور جاہ و منصب کے حصول کیلئے دیوانہ وار مصروف عمل ہے۔ اس پر آشوب دور میں انسان کو اس بات کی کوئی پرواہ نہیں کہ پاکیزہ اخلاقی قدریں کس طرح پامال ہو رہی ہیں۔ روحانیت کا رخ زیبا کیونکر مسخ ہو رہا ہے۔ اگر یہ دیوانگی ہمیں کسی اچھے انجام سے دوچار کرتی تو ہم قطعاً اس کے خلاف صدائے احتجاج بلند نہ کرتے۔!

ہم دیکھ رہے ہیں کہ امت مسلمہ بڑی تیزی سے زوال و انحطاط کے گڑھے کے قریب ہوتی چلی جارہی ہے۔ جس میں جو قوم ایک بار گر جاتی ہے اسے دوبارہ اٹھنا نصیب نہیں ہوتا۔ ملت کے بہی خواہوں پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ اپنی جملہ توانائیاں بروئے کار لا کر اپنی ملت کی اصلاح کا سامان پیدا کریں۔ اس کا موثر ترین طریقہ یہ ہے کہ ان پاکیزہ فطرت ہستیوں کی زندگی کا حسین مرقع ملت کے نوجوانوں کی خدمت میں پیش کیا جائے۔ جن کی زندگی للّٰہیت' خلوص' قناعت' استغناء' جرأت' عفو و درگزر اور ہمدردی ایسے اوصاف حمیدہ سے عبارت ہو۔

تو جامعہ حیدریہ فضل العلوم زیر اہتمام آستانہ عالیہ جلال پور شریف کے شاہین صفت طلباء کی تنظیم ''بزم حیدریہ'' کو اسی فرض کی ادائیگی کے احساس نے مجبور کیا کہ وہ اپنے نوجوانوں کی خدمت میں اعلیٰ حضرت خواجہ غریب نواز پیر سید غلام حیدر علی شاہ بادشاہ و حضرت امیر حزب اللہ پیر

marfat.com

سید محمد فضل شاہ صاحب رحمہ اللہ علیہما اور حضرت امیر حزب اللہ ثانی پیر سید برکات احمد شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ ایسے یگانہ روزگار درویشوں کی سیرت طیبہ پیش کریں۔ جنہوں نے رشد و ہدایت کی مشعل تاباں ہاتھ میں لے کر جہالت، فسق و فجور کی گھٹا ٹوپ تاریکیوں میں ڈوبے ہوئے اس خطۂ ارضی کو جگمگا دیا۔ ظلمتیں مٹ گئیں۔ ہر طرف یاد الٰہی کے چراغ روشن ہو گئے۔ نغمۂ توحید کی روح پرور صدائیں دل لبھانے لگیں۔

چنانچہ ''بزم حیدریہ'' نے آستانہ عالیہ کی تصنیفات ملفوظات حیدری اور ذکر حبیب کے بعد ''مجمع البحرین'' کی طباعت کی سعادت حاصل کی ہے۔ اس کتاب میں پہلے اعلیٰ حضرت غریب نوازؒ اور حضرت امیر حزب اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مختصر تذکرہ موجود تھا اور اب کی بار اس میں حضور پیر سید برکات احمد شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا مختصر تذکرہ بھی شامل کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اراکین بزم حیدریہ کی اس ادنیٰ کاوش کو شرف قبولیت سے نوازے اور ان کی اخروی نجات کا سبب بنائے۔ اور قارئین کرام کو اس سے کما حقہ استفادہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

ذرۂ بے مقدار

سیکرٹری نشر و اشاعت بزم حیدریہ

آستانہ عالیہ حیدریہ جلالپور شریف (ضلع جہلم)

marfat.com

عنوانِ بدیع

غالباً ۱۹۲۲ء کی بات ہے۔ حسبِ معمول ۵-۶ جمادی الثانی ۱۳۵۱ھ کو جلال پور شریف میں خواجۂ غریب نواز حضرت سید غلام حیدر شاہ صاحب قدس اللہ سرہٗ کا عرس مبارک تھا۔ مجلس لنگر شریف کی نچلی تالاب والی حویلی میں منعقد ہوئی۔ دکن کے مشہور و معروف واعظ قوال کے سخنِ عارفانہ حاضرین کے دلوں کو گرما رہے تھے۔ حضرتِ اعلیٰ کے درویشِ بزرگ صوفی خدا بخشؒ ساکن آدووال پر عجیب کیفیت طاری ہوئی۔ حضرتِ ابو البرکات سید محمد فضلشاہ صاحب اعلی اللہ مقامہٗ اپنے سجادہ مبارک پر جلوہ افروز تھے صوفی خدا بخشؒ کی زبان حقیقت ترجمان پر بار بار یہ الفاظ وارد ہوتے تھے "مجمع البحرین، مجمع البحرین"۔ ان کی خوش نصیب نگاہوں نے کوئی نظارۂ جاں افروز دیکھ لیا تھا، گریبان چاک ہو چکا تھا۔ ہاتھ زمین پر دے دے مارتے تھے۔ سر سے دستار اُتار پھینکی تھی۔ اور واعظ صاحب کیلئے آگے بڑھنا مشکل ہو چکا تھا۔

مجلسِ عرس کے بعد صوفی صاحب جامۂ تار تار کے ساتھ آنکھوں میں عجیب و غریب مستی لیے، اوپر لنگر شریف کی طرف جا رہے تھے تو یہ ناچیز ساتھ ہو گیا اور عرض کی۔ آج آپ حالتِ وجد میں بار بار مجمع البحرین کا لفظ دہراتے رہے ہیں، شفقت فرمایا کرتے تھے، کہا اس وقت سجادۂ مقدس پر حضرتِ اعلیٰ خواجۂ غریب نوازؒ اور حضرت ابو البرکات دونوں پہلو بہ پہلو تجلّیات کا مرکز بنے ہوئے تھے۔ اللہ اللہ کیا نادر مکاشفہ تھا! صوفی صاحب کی آنکھیں کتنی مبارک تھیں۔

اس مختصر رسالے میں بھی انوار و تجلّیات کے وُہی دونوں بحرِ موّاج موجود ہیں، انہیں کا اجتماع ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جلالپور شریف کی تمام رونقیں اسی مجمع البحرین کا کرشمہ ہیں۔ گویا آج سے اڑتالیس برس پہلے صوفی صاحب مرحوم و مغفور نے جہاں اس حقیقت کو واشگاف الفاظ میں بیان کر دیا تھا وہاں اس رسالے کا نام بھی تجویز کر دیا تھا۔ اس لیے بڑے فخر و ابتہاج کے ساتھ اسے صوفی صاحب کے نامِ نامی سے مُعنوَن کیا جاتا ہے۔

marfat.com

حرفِ اوّل

حضرتِ اعلیٰ خواجۂ غریب نوازؒ اور حضرتِ ابو البرکاتؒ کے حالاتِ طیّبہ کا مبارک عکس اگر ہمارے قلوب اور ہمارے اعمال پر پڑ جائے تو ہماری خوش نصیبی کا کیا کہنا۔

یہی اس رسالے کا مقصود اور منتہا ہے، لیکن یہ رسالہ "ذکرِ حبیب"، "نفحات المحبوب" اور کتاب امیرِ حزب اللہ کی جگہ نہیں لے سکتا۔ جو رُوح پرور بیانات اور علم افروز تفصیلات ان میں موجود ہیں وہ اس میں نہیں یہ محض اجمالی تعارف کیلئے مرتب کیا گیا ہے۔ ان بابرکت کتابوں کے مطالعہ کے بغیر جو خلا باقی رہ جائے گا، اسے یہ رسالہ پُر نہیں کر سکتا۔

ایک بات کی طرف پیر بھائیوں کو متوجہ کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں۔ جوں جوں زمانہ آگے بڑھے گا، حضرت ابو البرکات قدس اللہ سرہٗ کی شخصیتِ مبارکہ زیادہ سے زیادہ روشن ہوتی چلی جائے گی۔ آئندہ نسلیں ان کے متعلق بیش از بیش معلومات حاصل کرنا چاہیں گی۔ ان کے قلم معجز رقم سے نکلا ہُوا ایک ایک لفظ گرانمایہ ہے۔ ان کے مکتوبات، خطبات، مقالات، رسائل اور حزب اللہ سے تعلق رکھنے والی چٹھیاں، اسی طرح عربی، فارسی، اردو میں کہے ہُوئے آپ کے اشعار بے حد قیمتی ہیں۔ اگر انہیں محفوظ نہ کیا گیا تو زمانہ ہمیں مطعون کرے گا۔ اللہ کرے ہم اس فریضہ کو کما حقہٗ ادا کر سکیں۔

آمین ———— ناچیز مرتب

marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

خواجہ غریب نواز سید غلام حیدر شاہ قدس سرہٗ العزیز

از جمالِ شمس چوں پُر نور شُد

ذرہ ذرہ از وجودش طور شُد

خواجہ غریب نواز کی ولادت قصبہ جلال پور کیکنان ضلع جہلم میں ہوئی۔ ۳ صفر المظفر ۱۲۵۴ھ/۲۶۔اپریل ۱۸۳۸ء کی تاریخ تھی اور جمعۃ المبارک کا روز، رنجیت سنگھ کی حکومت تھی سکھوں کا عروج تھا۔ان کی چیرہ دستیوں کے واقعات عام تھے۔مگر خواجہ نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۳ ذی الحج ۱۲۰۵ھ/۳ اگست ۱۷۹۱ء) نے پنجاب میں جو تحریکِ تصوف شروع کی تھی اور تونسہ شریف سے ہوتی ہوئی سیال شریف پہنچ چکی تھی اور اب اس مبارک و مسعود مولود نے جسے جوان ہو کر اپنی قدسیت سے دوسرے قدسی الاصل بزرگوں کے ہمنوا ہو کر مزید فروغ عطا کرنا تھا اس سے اہل نظر نے دیکھ لیا کہ کاتبِ تقدیر نے سکھوں کے اقتدار کو ختم کر کے اس بات کا فیصلہ کر دیا ہے کہ دنیا کا یہ حصہ بھی ہمیشہ کے لئے دارالاسلام بنے گا اور یہاں کلمۃ اللہ کی کارفرمائی ہوگی۔ بنا بریں ۳ صفر المظفر کا یہ روز سعید اسلام کے مظفر اور منصور ہونے کی نوید تھی، جو ملائکہ آسمانی کے کانوں میں تو پہنچ گئی تھی مگر زمین کے باسیوں نے جسے کچھ عرصہ بعد سنا تھا۔

رُوح پرور اور جان نواز نعمتوں کو عام کرنے والے یہ فرزند حسینی سادات کے ہاں پیدا ہُوئے۔آپ کی ولادت ہوئی تو قحط سالی دور ہوگئی اور گھر والوں کی تنگدستی کا خاتمہ ہُوا۔آپ سید جلال الدین بخاری اور جناب مخدوم جہانیاں کی اولاد میں سے تھے۔ دادا سید سخی شاہؒ تھے، جو مقبولانِ الٰہی میں سے واقفِ اسرار بزرگ تھے۔ علاقے میں ان کا بڑا احترام تھا۔ والد سید جمعہ شاہؒ

marfat.com

تھے جو با خدا متوکل درویش تھے۔ والدہ ماجدہ حضرت سجادہ بیگم رح کھیوہ ضلع گجرات کے ایک متقی اور سید گھرانے کی پرہیزگار خاتون تھیں۔ پیدا ہوئے تو بے وضو کبھی دودھ نہ پلایا۔ پرورش پا کر گود سے باہر آئے تو بے وضو کبھی آٹا گوندھا نہ برتن کو ہاتھ لگایا۔ زندگی بھر نماز قضا نہ ہوئی۔ تہجد گزار تھیں، اور ماہ صیام کے روزے پورے رکھا کرتی تھیں۔ سائل کبھی دروازے سے محروم نہ گیا۔ بالکل بابا فریدالدین گنج شکر رح کی والدہ کی طرح روشن ضمیر اور نیک سرشت مخدرۂ عالیہ۔

حضرت خواجہ کی عمر مبارک ابھی صرف پانچ چھ سال ہی تھی کہ جیٹھ اور اساڑھ کے مہینوں میں روزے پڑے اور والدین کے روکنے کے باوجود آپ نے بضد ہو کر روزے رکھنے شروع کر دیئے، نماز کی پابندی اسی عمر میں شروع ہوگئی۔ یہ ایک پاک خاندان کے صالح اثرات تھے اور فطرت پاکیزہ کا ثمرہ تھا۔ بچپنے ہی سے تنہائی پسندی شعار تھا۔ طفل خورد سال تھے کہ ایک عابد و مرتاض ہندو سادھو آپ کو دیکھ کر احتراماً کھڑا ہو گیا۔ اور ایک مجذوب کامل نے آپ کے متعلق بشارت دی۔

والدین نے مسنون طریقے سے تعلیم دلانا شروع کی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم و تعلم پر بڑا زور دیا ہے۔ اسی لئے حضرت سید غلام حیدر شاہ رح کی تعلیم کی طرف حالات کے مطابق بڑی توجہ دی گئی۔ میاں خان محمد اعظم پوری اور چچا سید امام شاہ نے کلام اللہ پڑھایا۔ میاں عبداللہ صاحب چکڑوی نے فارسی اور اردو کی کتابوں کی تعلیم دی۔ اپنے استاد گرامی میاں عبداللہ چکڑوی اور ان کی اولاد کے ساتھ آپ ہمیشہ عزت اور تواضع سے پیش آتے رہے۔ جلال پور میں تحصیل علم جس قدر ممکن تھی ہو چکی۔ تو آپ کو پنن وال میں قاضی محمد کامل صاحب کے درس میں بھیجا گیا۔ یہ قصبہ چند میل مغرب میں ہے۔ اس جگہ آپ نے کتب فقہ کا درس لیا۔ ان ایام میں علم و فضل کے اعتبار سے مفتی غلام محی الدین صاحب سرآمد روزگار تھے۔ وہ ایک بار پنن وال آئے اور آپ کے بشرے سے متاثر ہو کر آپ کو کنز الدقائق پڑھاتے رہے۔ زمانۂ تعلیم میں مقدر پُراسرار طور پر آپ سے اپنا نام "حیدر شاہ بادشاہ" لکھوایا کرتا تھا۔

عہد شباب شروع ہوا۔ رنگ گندم گون تھا مگر زیادہ مائل بہ سفیدی۔ دراز قامت اور متناسب الاعضاء تھے۔ جسم قوی تھا۔ چہرہ نورانی، آنکھیں مثل بادام خوبصورت، ابرو ہلال عید کی مانند، دندان

marfat.com

مبارک پاک وصاف، گردن بلند، سر میانہ، سیاہ بال، آواز میں قدرے جہر، یعنی حسن مردانہ کا ایک پاکیزہ نمونہ تھے۔ اسی لئے والد ماجد نے نصیحت کی "حیدرا رکھیں ناڑا، پھر بِ لاڑا" جس کا مطلب ہے۔ "اے حیدر! اگر ازار بند کی حفاظت کروگے تو دنیا میں دولھے کی طرح برگزیدہ رہوگے"۔

آپ عفت وعصمت کا پیکر تھے۔ ایک بار فریضۂ نماز ادا کرنے کے بعد مسجد سے باہر نکل رہے تھے تو ایک عورت نے بازو سے پکڑ لیا جھٹکے سے بازو تو چھڑا لیا مگر اس بات پر تُل گئے کہ جو حصہ غیر محرم عورت کی گرفت میں آیا ہے اسے کٹواتے ہیں۔ مگر یکایک ایک باخدا مجذوب آگئے، انھوں نے بمشکل یہ کہہ کر روکا کہ ایسا کرنے میں ترک شرع کا خوف ہے، کلمہ شہادت پڑھ کر بازو پانی سے دھو لیا جائے پندرہ سولہ سال کی عمر میں ماموں زاد لڑکی سے آپ کی شادی ہوگئی۔

آپ کی عمر کے سترہ سال ختم ہوئے تو آپ کے والد ماجد وفات پاگئے۔ آخری سانس تھے تو انھوں نے پاس بلا کر وصیت کی کہ کسی سائل کو خالی ہاتھ نہ جانے دینا، بڑوں کا ادب ملحوظ رکھنا اور چھوٹوں کے ساتھ محبت سے پیش آنا، اقرباء کے ساتھ صلہ رحمی کرنا اور فیض باطنی حاصل کرنے کے لئے سید میراں شاکر رحمۃ اللہ علیہ کی درگاہ پر روزانہ حاضری دینا۔ میراں شاکر شاہ، شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ کے خلفِ اکبر تھے۔ جن کا مزار لاہور میں اکبری اور دہلی دروازہ کے درمیان ہے اور زیارت گاہ خاص وعام ہے۔ حضرت میراں شاکر شاہ کی خانقاہ جلال پور سے دو میل کے فاصلے پر پہاڑی پر ہے اور اور راستہ بھی پہاڑوں کے درمیان سے گزر کر جاتا ہے۔ چنانچہ آپ نے وہاں روزانہ حاضری شروع کردی اور بعد عشاء واپس تشریف لاتے۔ کئی بار آپ رات بھر وہاں رہے اور ذکر و فکر اور مراقبے میں محو رہتے تھے۔ اس طرح جانے اور آنے میں کئی عجیب وغریب واقعات بھی رونما ہوئے۔

ان ایام میں اپنے دادا بزرگوار سید سخی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے روحانی تصرفات خصوصی طور پر آپ کی خبر گیری اور حفاظت کر رہے تھے۔ آپ ویسے بھی پہاڑ کی غاروں میں رات کو عبادت کے لئے چلے جایا کرتے تھے۔

اس زمانے میں مسافروں کی بلا امتیاز خدمت کرنا اور انہیں کھانا کھلانا آپ کا معمول تھا۔

marfat.com

کبھی گھر سے نہ ملتا تو قرض وام لینے سے بھی گریز نہ کرتے تھے اور اہل محلہ کے گھروں سے مانگ کرلے آتے۔ ایک بار مہتمم بندوبست نے جلال پور میں قیام کیا۔ سکھوں کی حکومت کے خاتمے کے بعد انگریزوں کی عملداری تھی۔ اہل غرض کا ہجوم رہتا تھا اور آپ خالصتہً للہ آنے جانے والوں کی خوراک کا انتظام فرمایا کرتے تھے۔ یہ دراصل عالم الغیب کی طرف سے اس وسیع لنگر شریف کا اعلان تھا جو حصولِ خلافت کے بعد آپ نے شروع کرنا تھا۔ مہتمم بندوبست کو جب پتہ چلا کہ ایک نیک بخت سید زادے پر مفت کا بوجھ پڑ رہا ہے جو ہندو ساہوکاروں سے قرض لے کر لوگوں کی خاطر مدارات کرتا ہے تو اپنا کیمپ اٹھا کر ہرن پور چلا گیا۔

اس طرح خدمتِ خلق، سخاوت، عبادت اور خانقاہ شریف پر باقاعدہ حاضری کا سلسلہ جاری تھا تو ایک شب جب آپ حسب معمول حضرت سید میراں شاکر شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی درگاہ فیضِ پناہ پر حاضر تھے تو اچانک آپ کو ارشاد ہوا کہ سید غلام شاہ صاحب ہرن پوری سے جا کر ملو۔ یہ قصبہ جلالپور سے مغرب میں موجود ہے۔ والدہ ماجدہ نے آپ کو وہاں جانے اور حتٰی کہ سید غلام شاہ صاحب کی بیعت کرنے کی بھی اجازت دے دی۔ کیونکہ وہ بڑے صاحبِ تصرف بزرگ تھے اور ان کا بڑا چرچا تھا۔ مگر انہوں نے کہا میں اس قابل نہیں آپ کی بیعت طے شدہ امر ہے، آپ کو میں خواجہ شمس الدین سیالوی کی خدمت میں لے جاتا ہوں جو آپ جیسے شہباز کی انتظار میں ہیں۔

سیال شریف پہنچے، حضرت خواجہ شمس العارفین نوراللہ مضجعہ نے آپ کو دیکھا اور تعظیم کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ واقفِ اسرار نگاہ نے اس نورِ ازلی کو دیکھ لیا جو اس نوخیز سید زادے کی جبینِ مبارک اور پیکرِ اطہر میں جلوہ کناں تھا۔ یہ ۷ رجب المرجب ۱۲۷۱ھ/ ۲۶ مارچ ۱۸۵۵ء دوشنبہ کا روز تھا خواجہ غریب نواز سید غلام حیدر شاہ کی عمر مبارک اس وقت صرف سترہ سال تھی۔ حضرت خواجہ شمس العارفین ستاون (۵۷) سال کے عارفِ کامل تھے اور خواجہ نور محمد مہاروی اعلی اللہ مقامہٗ کی سنت پر عمل کر رہے تھے جنہوں نے خواجہ محمد سلیمان تونسوی کو اسی طرح کم سنی میں دولتِ عرفان سے نوازا تھا۔ اس سلسلہ عالیہ چشتیہ کے بزرگوں کی نگاہ رسا کا اندازہ لگائیے۔ سید غلام شاہ صاحب

marfat.com

نے عرض کیا، حضور! یہ سیدزادے آپ کی بیعت کے دلدادہ ہیں۔ شمس العارفینؒ پہلے سے تیار تھے۔ نگاہِ محبت ڈالی اور بیعت فرما لیا۔

جس شفقت و محبت اور فیاضی کے ساتھ بیعت کی مبارک تقریب انجام پائی تھی۔ اس کا یہ اثر ہوا کہ قلب و روح کی عجیب کیفیت ہو گئی۔ ہم اس قابل نہیں کہ ان مدارجِ علیا کی طرف اشارہ کر سکیں جو خواجہ غریب نواز نے اپنے مرشد کامل کی توجہ سے بڑی سرعت کے ساتھ طے کرنے شروع کر دیئے آپ کے وطن مالوف کا نام اب جلال پور کیکنان سے جلال پور شریف ہو گیا۔ گھر واپس پہنچے مگر ایک دن ہی ٹھہرے تھے کہ دل بیتاب ہو گیا۔ اور اگلے روز سیال شریف روانہ ہو گئے۔ پھر یہ صورت ہو گئی کہ مہینے میں دو تین بار ضرور جاتے ایک بار اپنے چچا سید امام شاہ ساتھ تھے۔ واپسی کی اجازت چاہی تو حضرت خواجہ سیالوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا آپ کے چچا جانا چاہتے ہیں تو اجازت ہے، آپ ٹھہریں۔ چچا کی نسبت میں آپ کیلئے بہتر ہوں۔ واقعی اب خون کا رشتہ کیا حقیقت رکھتا تھا۔ اب تو معنوی رشتہ ایسا استوار اور اتنا معجز نما ہو چکا تھا کہ اس کی مثالیں صرف سلف صالحین میں ملتی ہیں۔ رکتے ہیں جب شیخ کی قدم بوسی سے چھٹی بار مشرف ہوئے تو آپ کو خرقۂ خلافت اور اجازتِ بیعت کا شرف عطا ہوا۔ بڑی دیر تک شیخ طریقت اور مرید باصفا خلوت میں آمنے سامنے بیٹھے رہے، کوئی گفتگو نہ ہوتی مگر تاثیرِ نگاہ سے اپنے محبوب مرید کو سرشار کر دیا۔ خواجہ غریب نواز جب جلوت میں آئے تو محویت و استغراق کا عجیب عالم تھا۔ اس وقت بیعت و تلقین کے آدابِ ظاہری سکھائے گئے دستار کی جگہ چار ترکی ٹوپیاں عطا ہوئیں۔ عمر مبارک بیس بائیس سال سے کیا زیادہ ہو گی[1]۔ ایک بار

---

[1] حضور کے سیرت نگار ملک محمد الدین قطعیت کے ساتھ کچھ نہیں کہہ سکے۔ ایک جگہ لکھا ہے کہ "مہینے میں دو تین بار سیال شریف حاضری ہوتی تھی چھٹی بار گئے تو خلافت عطا ہوئی۔ اس طرح اس وقت عمر مبارک بمشکل اٹھارہ سال بنتی ہے"۔ آگے جا کر لکھتے ہیں کہ:

"عطائے خدمت" صحیح روایت کے مطابق بیعت سے چار پانچ سال بعد ہوئی۔ یعنی اس وقت حضور کی عمر اکیس بائیس سال بنتی تھی"

marfat.com

خواجہ شمس الدین سیالوی علیہ الرحمۃ نے انہیں اپنے پاس ماہ ایک ماہ ٹھہرا کر مرقع شریف اور کشف
وغیرہ کتب تصوف کی تعلیم دی۔ خود کابل وغیرہ تک سفر کر کے علوم میں کمال حاصل کیا تھا۔ اس سے
توجہاتِ باطنی کے ساتھ اپنے محبوب مرید کو نکات تصوف بھی بڑی عمدگی کے ساتھ سکھائے اور
تکمیلِ فقر کرائی۔

جلال پور شریف میں عطائے خلافت کے بعد جو انقلاب رونما ہوا اس کا ذکر بعد میں آئے گا
ہے۔ پہلے یہ بتایا جاتا ہے کہ سیال شریف کے ساتھ خواجہ غریب نوازؒ کی نیازمندی کا کیا عالم
تھا اپنے کریم الطبع مرشدِ طریقت پر آپ قربان تھے اور بدرجۂ غایت ادب کرتے تھے کبھی
ان کے سامنے کوئی بات نہ کہی۔ سیال شریف کے بغیر کہیں اور نہ گئے اور نہ کسی اور بزرگ سے
سروکار رکھا۔ دو ایک بار کہیں گئے تو پیر خانے کے حکم کی تعمیل میں۔ ایک دفعہ سیال شریف
حاضر ہوئے تو لوگ انبوہ در انبوہ ایک ایسے شخص کے ارد گرد جمع ہو رہے تھے جس نے اپنے
آپ کو غوث ظاہر کیا تھا۔ خواجہ شمس العارفینؒ نے آپ سے پوچھا کیا آپ نے اس غوث
کی زیارت کی ہے، عرض کیا حضور کو اپنا رہبر اور ہادی بنانے کے بعد کسی اور سے کیا مطلب ؟
اوچ کے ایک مخدوم زادے سادات کے شجرے درست کرتے کرتے طمطراق سے جلال پور شریف
پہنچے۔ آپ نے اپنی شرافت اور نجابت کے اظہار سے اعراض کیا اور خوشی اور فخر کے ساتھ اپنا
سلسلہ خواجہ سیالویؒ اور خواجہ تونسویؒ سے قائم کیا۔ ایک دفعہ سیال شریف میں مکان کی تعمیر کا کام
شروع تھا۔ سر مبارک پر اینٹ اور گارا رکھ کر آپ راجوں کو دینے لگ گئے۔ خواجہ شمس العارفین ادھر
سے گزرے تو فرمایا: مکھن آپ پہلے لے چکے ہیں، چھاچھ دوسروں کے لئے رہنے دیں۔ سیال
شریف کی تقدیس کا بڑا احترام تھا۔ وہاں پابرہنہ چلا کرتے تھے۔ رات کو چارپائی پر کبھی آرام نہ فرمایا
فرش پر بستر ہوتا۔ رفع ضروریات کیلئے ڈیڑھ میل باہر تشریف لے جاتے۔ ایک دفعہ گھوڑے پر
سفر کیا۔ سیال شریف سے چار میل دور اتر پڑے اور پاپیادہ حاضر ہوئے۔ جب کوئی شخص سیال شریف
کے لئے روانہ ہوتا تو رخصت کرنے کے لئے چند قدم ساتھ چلتے اور تعظیم و تکریم فرماتے۔ ایک بندہ

marfat.com

لڑکے نے کہا سیال قوم سے ہوں۔ آپ احتراماً اٹھ کھڑے ہوئے اور خاصی مقدار میں بتاشے پیش کئے۔ قلبی اور معنوی محبت کا عجیب رنگ تھا۔ سیال شریف کی یہ نیاز مندی آپ کی مبارک اولاد کا اللہ تک خصوصی شیوہ ہے۔

حضرت خواجہ شمس العارفینؒ کی طرف سے بھی اتحاد و یگانگت کا رشتہ اور رابطہ انتہا درجہ کا روح پرور اور دل نواز تھا۔ حضرت صاحب سیالویؒ آپ کی آمد کے منتظر رہا کرتے تھے۔ حاضر ہوتے تو اُٹھ کر سینے سے لگاتے، پیشوائی فرماتے، آپ محجوب ہوتے مگر پھر بھی حضور کا اصرار جاری رہتا۔ جلال پور شریف کی طرف کے لوگ بیعت کے لئے حاضر ہوتے مگر شمس العارفینؒ فرماتے شاہ صاحب کی خدمت میں جائیں۔ ان کی بیعت اور ہماری بیعت میں فرق نہیں حضرت خواجہ محمدالدین کی شادی ہوئی تو برات کے ساتھ آپ کو قائم مقام کی حیثیت سے بھیجا گیا۔ کم نظری کے باعث کوئی آکر آپ کی شکایت کرتا تو شمس العارفینؒ سخت برا مناتے۔ ایک بار خواجہ غریب نوازؒ بیمار ہوئے تو سیالوی حضور بے قرار ہو گئے۔ درگاہِ الٰہی میں عرض کی۔ شاہ جی کو صحت عاجلہ وکاملہ عطا ہو۔ میری عمر بھر کی کمائی یہی ہے

جلال پور شریف میں سب سے پہلے مردوں میں سے مولوی ملی محمد صاحب ساکن گلانوالہ آپ کے مرید ہوئے اور عورتوں میں آپ نے سب سے پہلے اپنی والدہ مکرمہ کو بیعت فرمایا۔ عبادت و ریاضت کے آپ شروع سے عادی تھے۔ اب مشائخ چشت کی سنت کے مطابق اوراد و وظائف مختلف اوقات کے نوافل، نمازِ تہجد، تسبیحات مختلفہ کا آغاز اس اہتمام اور پابندی سے فرمایا کہ اچھے اچھے اہل فقر دیکھ کر حیرت زدہ رہ جاتے تھے۔ مزاج میں لطافت، نظافت، نفاست بدرجۂ کمال تھی۔ ذکر و فکر کی مداومت نے انہیں فی الواقعہ نور مجسّم بنا دیا۔ آپکے تقدس اور فیوض باطنی کی شہرت پھیلنے لگ گئی۔ طالبانِ رشد و ہدایت فوج در فوج پہنچنے لگ گئے۔ علماء اور فضلاء حاضر ہو رہے تھے۔ امراء اور حکام ادنیٰ نیاز مند بن کر آتے اور شرف بیعت حاصل کرتے۔ عوام کا تانتا بندھا رہتا۔ زیارت سے مشرف ہوتے اور عشق الٰہی اور محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی لگن دل میں لے کر واپس ہوتے۔ حضور کا اٹھنا۔ بیٹھنا، کھانا پینا، زندگی کے تمام امور کتاب اللہ اور سنت مبارکہ

marfat.com

کے مطابق ڈھلے پاتے تھے۔ حضور کا نمونہ ہر لحاظ سے آنے جانے والوں کی زندگی کو ایک پاکیزہ سانچے میں ڈھال رہا تھا۔ جس میں روحِ فقر کی تڑپ رہتی تھی۔ شام اور پچھلی رات تکبیر و تہلیل کی آواز فضا میں پھیل جاتی تھی۔ لوگ اس ذوق و شوق سے ذکر کیا کرتے تھے کہ کیا کہنا۔ دین اور شریعت کو نئی زندگی ملی۔ یہ مبارک اثرات دیار و امصار میں پھیل گئے۔ بظاہر حکومت انگریز کی تھی لیکن لوگوں کو پختہ یقین ہو چکا تھا۔ بوریائے فقر پر جو بزرگ بیٹھے ہیں حقیقی حکومت ان کی ہے۔ حضور کے فقر کا جلال برداشت کرنا مشکل تھا۔ تصرف اتنا تھا کہ حیوان سے انسان کا کام لے سکتے تھے۔ شجر و حجر باد و باراں مطیع و منقاد تھے۔ زبان مبارک سے جو بات نکلتی، پوری ہو جاتی تھی۔ دعائے خیر فرماتے اور حاجات کی تکمیل ہو جاتی۔ جن لوگوں کی فطرت بلند تھی وہ حضور کے نفسِ گرم کی برکت سے مدارجِ فقر طے کرتے اور خلعتِ خلافت سے فیض یاب ہوتے تھے۔ ان باتوں کی تفصیلات بیان کرنے کے لئے ایک دفتر درکار ہے۔

فتوحات کا سلسلہ جلد ہی شروع ہو گیا تھا۔ لنگر سے آپ کی طبع مبارک کو ازلی مناسبت تھی۔ اس کا مستقل انتظام بھی جلد ہوا۔ ہر قسم کے کام انجام دینے والے اصحاب مقرر ہوئے۔ حضور کا قائم کردہ لنگر شریف اب بھی جاری ہے۔ جس کھلے دل سے اب بھی کھانا دیا جاتا ہے۔ یہ حضور کی وسیع الظرفی کا بیّن ثبوت ہے۔ آپ مختلف عرس مناتے تھے۔ لیکن سب سے بڑا عرس، صفر کو خواجہ محمد سلیمان تونسویؒ کا منعقد ہوتا تھا۔ قوالی، مزامیر کے بغیر ہوتی تھی۔ مہمانوں کے لئے مکانات کی ضرورت تھی، تعمیر ہونے لگ گئے۔ تعمیرات کا خاص ذوق آپ کے فرزند سید مظفر علیشاہ کو ودیعت ہوا تھا۔ آہستہ آہستہ اس طرح نظر آنے لگا کہ تمام قصبے کی ہیّت بدل گئی۔

فلسفہ تاریخ پر عبور رکھنے والے بخوبی جانتے ہیں کہ جب روحانیت کو اس طرح فروغ حاصل ہوتا ہے تو اس کے پاکیزہ اثرات کی بدولت لوگوں کو ذہنی بالیدگی بھی نصیب ہوتی ہے۔ خواجہ غریب نوازؒ کی ردائے فقر کے نیچے مؤرخ، مصنف، شاعر اور ادیب پرورش پانے لگے۔ حضور کے اخلاقِ کریمانہ کا ذکر زبانوں پر تو عام تھا۔ قلم کے ذریعے بھی والہانہ انداز میں عربی، فارسی، اردو اور پنجابی کی نظم و نثر میں ہونے لگا اور کئی تصنیفات سامنے آئیں جن میں حضور کے روحانی کمالات، مکاشفات، ملفوظات

marfat.com

اور علم وفضل کا بیان ہوتا۔ حضور کے خوارق عادات واقعات قلمبند ہوتے تھے۔ لوگ آپ کی استقامت وقناعت اور غنائے قلب، فراست وفہمید، مسکین نوازی اور غریب پروری، مروت و شفقت، پابندی اوقات، عبادت و ریاضت، صبر وشکر، اخفائے راز اور عدم شہرت پسندی کو دیکھتے تھے اور رطب اللسان ہوتے تھے۔ آپ عذب البیان اور شیریں لسان تھے۔ کلام جامع اور مانع ہوتا تھا۔ گفتگو کرتے ہوئے برمحل احادیث، آیات، روایات، فارسی، اردو، ہندی کے اشعار زبان مبارک پر جاری ہوجاتے تھے۔ آپ کے ملفوظات نفحات المحبوب کے نام سے فارسی میں مرتب ہوئے۔ آپ کے ایک نیاز مند ملک محمد الدین نے پنڈی بہاؤالدین میں صوفی پبلشنگ ہاؤس کے نام سے طباعتی ادارہ قائم کیا۔ جس کی علمی اور ادبی خدمات سے برصغیر کے تمام اہل علم بخوبی آگاہ ہیں۔

آپ نے بالخصوص صاحب زادگان والا تبار کی تعلیم کیلئے جلال پور شریف میں درس کا انتظام کیا۔ جید علماء منگوائے گئے۔ دیگر طلباء بھی شریک درس ہوتے تھے۔ یہ درس اب باقاعدہ جامع العلوم کی صورت اختیار کرچکا ہے۔ اس کی عمارت تعمیر کرنے کے لئے آپ نے موجودہ سجادہ نشین حضرت سید برکات احمد شاہ صاحب مدظلہ العالی کو خواب میں واضح ہدایات ارشاد فرمائیں۔

آپ کو صدمات بھی برداشت کرنے پڑے۔ پہلے والدہ ماجدہ وفات پاگئیں جن کے آپ بیحد ممنون احسان تھے۔ اس کے بعد سب سے بڑے صاحبزادے سید بدیع الزمان کا ۲۱ سال کی عمر میں، شعبان ۱۲۹۵ھ/۲، اگست ۱۸۷۸ء کو وصال ہوگیا۔ تمام انتظامات وہی کر رہے تھے۔

آپ کے لئے حضرت خواجہ شمس الدین قدس سرہٗ العزیز کا ۲۴ صفر ۱۳۰۰ھ/۴ جنوری ۱۸۸۳ء کو وصال صدمہ جانکاہ تھا۔ باہمی محبت ویگانگت کا ذکر سطور بالا میں ہوچکا ہے۔ اپنے ہادیٔ طریقت اور رہبرِ حقیقت کے سایہ عاطفت میں آپ نے غیرمعمولی ظاہری اور باطنی فیوض وبرکات اور صوری ومعنوی کمالات حاصل کئے تھے۔ ۲۹ سال کے طویل عرصہ تک یہ سایہ سر پر قائم رہا تھا۔ اس لئے خبر ملتے ہی طبیعت پر بےخودی طاری ہوگئی۔ چھ سات روز تک کھانا مطلق نہ کھایا، طبیعت میں سکون آیا تو

marfat.com

ایک ہفتے کے بعد سیال شریف حاضر ہوئے روضہ شریف کی تعمیر میں خاص حصہ لیا اور جلال پور شریف میں پورے آداب اور اہتمام سے چالیسویں کی رسم ادا کی۔

خواجہ شمس العارفینؒ کے وصال کے بعد چھبیس سال تک آپ اپنے ظاہری فیوض اور روحانی برکات ہر طرف پھیلاتے رہے۔ سلسلہ عالیہ کی بڑی اشاعت ہوئی۔ لنگر شریف بڑا ترقی پذیر ہوا۔ جلال پور شریف مرجعِ خاص و عام بن گیا۔ آپ سیال شریف اپنے کریم شیخ کے عرس مبارک میں شامل ہوتے رہتے تھے۔ ادب آداب بدستور ملحوظ رہے۔ روضہ شریف بنا تو اندر حاضری کے وقت فرطِ ادب سے عمارت کی فنی خوبیاں دیکھنے کے لئے کبھی نگاہ تک نہ اٹھائی۔ سیال شریف جاتے، آتے انہیں مقامات پر قیام فرماتے جہاں پہلے ٹھہرتے تھے۔ توجید مطلب میں معمولی سا فرق بھی نہ آنے دیا۔

۱۳۰۸ھ/۱۸۹۰ء میں تونسہ شریف کا سفر اختیار کیا۔ اور وہ بھی حضرت خواجہ محمد الدین صاحب سجادہ نشین سیال شریف کے فرمان کی تعمیل کرتے ہوئے۔ آخری سفر سیال شریف کے موقع پر ایک اور مقام پر بھی گئے۔ اور وہ بھی ان کا حکم تھا۔

آپ کا کوئی وقت اور کوئی لمحہ ذکر الٰہی سے خالی نہ گزرتا تھا۔ علی الصباح استنجا اور طہارت سے فارغ ہو کر لکڑی کی چوکی پر وضو فرماتے اور مصلے پر بیٹھ جاتے۔ اسمائے الٰہی کا ورد فرما کر دو رکعت نماز سنت فجر ادا فرماتے اور مسجد میں جا کر نماز باجماعت پڑھتے۔ پانچوں وقت کی نماز کے بعد دس مرتبہ درود شریف، دس مرتبہ سورہ اخلاص اور ستر مرتبہ یا وھّاب پڑھتے۔ نمازِ فجر کے بعد مسبعات عشر پڑھتے اور کچھ تسبیحوں کے اوراد۔ پھر جو شخص بیعت کے لئے آتا اسے بیعت کرتے۔ جو رخصت چاہتا دعائے خیر کے ساتھ رخصت فرماتے۔ نوافل اشراق پڑھ کر وظائف دیر تک پڑھتے رہتے۔ ضحی کے وقت نوافل ضحی پڑھ کر کھانا تناول فرماتے۔ ازاں بعد ایک مجلس عام ہوتی جس میں ہر کہ و مہ شریک ہو سکتا تھا۔ پھر کبھی کبھی قیلولہ فرماتے۔ ظہر کی نماز کسی قدر تاخیر کے ساتھ پڑھ کر قرآن مجید کی تلاوت ترتیل اور قرأت سے فرماتے اور نماز باجماعت گزارتے۔ پھر چند وظائف اور مسبعاتِ عشر وغیرہ پڑھتے مغرب کی نماز بھی باجماعت تجدیدِ وضو کے ساتھ ادا کرتے۔ اس کے بعد نوافل اوابین حفظ الایمان اور

marfat.com

سوموار کی رات کو صلوٰۃ السعادت اور کبھی کبھی صلوٰۃ تسبیح بھی پڑھا کرتے بعدازاں چند وظائف و تسبیح ہوتے اور مراقبہ فرماتے۔ اور ختم خواجگانِ چشت پڑھتے اور بیعت فرماتے۔ لنگر تیار ہو جاتا تو دعائے خیر اور اجازت تقسیم فرماتے۔ خود حرم خانہ میں تشریف لے جاکر کھانا تناول فرماتے۔ کچھ دیر کیلئے باہر آکر چارپائی پر آرام فرماتے اور سعادت مند پاؤں دلبنے کا شرف حاصل کرتے، ہر قسم کی گفتگو ہوتی جب رات کا تیسرا حصہ گزر جاتا تو نماز باجماعت ادا فرماتے۔ اور ضروری اوراد پڑھ کر آرام فرماتے۔ رات کا آخری حصہ باقی ہوتا تو حضورِ انور بیدار ہو کر نمازِ تہجد خواجگانِ چشت کے معمول کے مطابق ادا فرماتے اور پھر مصلّے شریف پر بیٹھ کر تسبیح پر وردخوانی ہوتی رہتی۔ سنگ مرمر کی ایک چوکور سِل تیمم کے لئے موجود رہتی تھی۔ جمعہ کے روز غسل اور حجامت معمول تھا۔

حضور کی وضع قطع درویشی تھی۔ کلاہ چارترکی سر پر پہنتے۔ سرما میں روئی کی گرم ٹوپی ہوتی تھی گرمی میں سفید ململ کا کرتہ اور لٹھے کا تہ بند، سرما میں بانات کوٹ ہوتا اور پشمینے کا کابلی دھسّہ دوش اقدس پر ململ کا دوپٹہ ہوتا تھا اور پاؤں میں جہلمی سادہ ساجوتا۔ ۱۰ رمضان المبارک ۱۲۹۴ھ/۱۸ ستمبر ۱۸۷۷ء کو صوفی نور عالم شمس پوری جہلمی حضور کی زیارت سے فیض یاب ہوئے وہ لکھتے ہیں :

جمالی دیدم از گفتن بروں بود	مپرس از ماتو کیفیت کہ چوں بود
کلاہی بود بر سر ترک چارش	خطِ حمرای دسرخ اندر کنارش
بلورین بدنش اندر لبس کافور	چو شجرِ طور بُد نورٌ علی نور

سبحان اللہ! سبحان اللہ!!!

وصول الی الحق اور عرفانِ الٰہی کے مدارجِ علیا طے کرنے کی خاطر زندگی کو ایک اہم ترین اور انتہا درجہ کا مقدس فریضہ سمجھ کر آپ اپنے اوقاتِ عزیز گزار رہے تھے۔ حسرت تھی کہ اللہ تعالیٰ پوتے عنایت فرمائیں۔ ۴ جمادی الاول ۱۳۱۲ھ/۳ نومبر ۱۸۹۴ کو آپکے فرزند سید مظفر علی شاہ کے گھر سید محمد فضل شاہ کی ولادت ہوئی۔ حضرت قبلۂ عالم نہایت مسرور ہوئے۔ ۲۵ شعبان ۱۳۱۴ھ/۲۹ جنوری ۱۸۹۶ کو ان کے چھوٹے بھائی سید مہر شاہ پیدا ہوئے۔ یہ دونوں پوتے آپ کو بڑے عزیز تھے اور آپ

marfat.com

کی دعاؤں سے بڑے بلند اقبال ہوتے۔ زندگی اس طرح ایک خوش رفتار دریا کی طرح رواں تھی کہ آپ کے فرزند عزیز سید محمد قائم الدین شاہ جو حسنِ ظاہری کے لحاظ سے یوسف ثانی اور صفات باطنی کے اعتبار سے مثیل عیسیٰ تھے۔ ۲۱ رجب ۱۳۱۶ھ/۲۵ نومبر ۱۸۹۸ء کو ۲۱ سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ شادی ہوئے ابھی دو سال ہوتے تھے۔ اس سانحۂ ہوش رُبا اور حادثۂ روح فرسا کی آپ کو خبر ملی تو تسبیح ہاتھ سے گر پڑی مگر فوراً سنبھل گئے۔ تین مرتبہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی کُلِّ حَالٍ فرمایا اور سر سجدے میں جھکا دیا۔

صفر ۱۳۲۵ھ/ مارچ اپریل ۱۹۰۷ء میں جلال پور شریف میں طاعون کی وبا پھیلی۔ اس کا ذکر اس لئے ضروری ہے کہ اس سے آپ کے کوہ وقار فقر کی عظمت نگاہوں کے سامنے آتی ہے دوسرے مآخذ کے علاوہ راقم السطور نے وہ خطوط بھی پڑھے ہیں جو صاحبزادہ سید محمد فضل شاہ صاحب نے ان ایام میں اپنے استاد گرامی مولانا عبدالرحیم ساکن کڑی شریف کو لکھے اور ان میں اس وبا کا حال بھی درج فرمایا۔ روزانہ تعداد اموات چالیس تک پہنچ گئی۔ ہوا سخت متعفن تھی۔ لوگ گھروں کو چھوڑ گئے اور قرب وجوار کی آبادی ویران ہوگئی۔ خیر خواہانِ سرکار نے رائے دی کہ آپ بھی باہر باغ میں تشریف لے جائیں مگر آپ توکلاً علی اللہ صبر و تحمل اور تسلیم ورضا اختیار کرکے مع جمیع متعلقین اپنے مکان ہی پر رونق افروز رہے۔ ایک روز حفظان صحت کے خیال سے صاحبزادہ صاحب نے گھروں میں گوگل کا دھواں دیا۔ آپ کو بو آئی تو آپ نے فرمایا۔ دو چیزیں جمع نہیں ہوسکتیں یا تو گوگل سلگا لو اور توکل چھوڑ دو یا توکل اختیار کرو اور گوگل چھوڑ دو۔ متعفن گلٹیوں والے مریض آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ آپ اُن پر سے کپڑا ہٹا کر دم ڈالتے اور شفقت آمیز کلمات اور دعائے خیر سے تسکین دیتے۔ صاحبزادہ صاحب نے عرض کیا باشندگان گردونواح سے کہدیا جائے کہ طاعون کی شدت کے زمانہ میں اپنے اپنے گھروں میں بیٹھیں اور یہاں نہ آئیں۔ آپ نے فرمایا میں کیونکر منع کرسکتا ہوں۔ وہ رنج ومصیبت میں میرے پاس پناہ

marfat.com

کیلئے آتے ہیں۔اگر انہیں دنیا کے رنج و مصیبت میں چھوڑ دوں تو انہیں کیا توقع ہو سکتی ہے کہ عقبیٰ میں ان کی نجات کا وسیلہ بنوں گا۔

خداوند کریم کی ایسی مہربانی ہوئی کہ لنگر شریف کا ایک آدمی بھی طاعون کا شکار نہ ہوا۔ وباء کے ایام میں، ۷ صفر کو خواجہ محمد سلیمان تونسویؒ کا عرس حسب معمول منعقد ہوا۔ تقریباً بارہ ہزار آدمی جلال پور شریف میں وارد ہوئے۔ لیکن حضرت محبوب سبحانی کی برکت و کرامت سے کسی شخص کو اس مہلک مرض کی شکایت نہ ہوئی۔

حضرت محبوب سبحانیؒ کے نورانی وجود کی وجہ سے جب جلال پور شریف نہایت ہی متبرک اور مقدس مقام بن چکا تھا۔ حضور نے ۲۰ صفر ۱۳۲۶ھ / ۲۴ مارچ ۱۹۰۸ء کو سیال شریف کا آخری سفر اختیار فرمایا۔ حضرت خواجہ شمس العارفینؒ کے عرس مبارک کا موقع تھا۔ چند سال سے آپ اس تقریب سعید میں شامل نہیں ہوتے تھے۔ رستے میں جہاں جہاں سے آپ گزرے لوگ ہزار در ہزار آپ کی زیارت کے لئے موجود ہوتے تھے۔ صاحبزادہ سید محمد فضلشاہ صاحبؒ آپ کے ہمراہ تھے۔ جن کی عمر مبارک اب چودہ سال ہو چکی تھی۔ ان کی تعلیم و تربیت کی طرف آپ کی خصوصی توجہ تھی۔ اس سفر میں بھی یہ بات ملحوظ خاطر رہی۔ ہرن پور میں آپ سید غلام شاہ مرحوم کے مزار پر گئے اور جیب مبارک سے رقم فراوان ان کے روضے کی مرمت کے لئے دی۔ یہ آپ کی احسان شناسی اور وفاداری کا ثبوت تھا۔ ہرن پور سے خوشاب تک ریل کا سفر تھا۔ ہر سٹیشن پر زائرین کا اجتماع عظیم ہوتا تھا۔ خوشاب سے سیال شریف تک دریا کے ذریعے کشتی پر سفر کیا۔ سیال شریف پہنچے تو عشاء کا وقت تھا۔ لوگوں کے بے پناہ ہجوم نے آپ کو گھیر لیا۔ صاحبزادہ سعد اللہ صاحب ولد خواجہ محمد الدین صاحب سجادہ نشین سیالوی چھڑی سے لوگوں کو بھگاتے تھے مگر بسبب کثرت چوں آب دریا باز متواصل میشدند۔ آپ کے انوار و تجلیات کو دیکھ کر شور مچ گیا۔ خواجہ شمس العارفینؒ زندہ ہو گئے۔ بصد مشکل روضہ شریف تک پہنچے۔ اندر داخل ہو کر فاتحہ خوانی کی اور مزار مقدس کا طواف کیا۔ حال و کیف بیان سے باہر ہے۔ حضرت سجادہ نشین

marfat.com

بیماری اور نقاہت کے باوجود درویشوں کے کندھوں کا سہارا لے کر دروازے تک استقبال کے لئے آئے۔ حضرت محبوب سبحانیؒ پوری طرح آداب بجالائے، نذر پیش کی احترام کا یہ عالم تھا کہ ادھر سے جو سوال ہوتا۔ اس کے جواب سے ایک لفظ بھی زیادہ زبان پر نہ لاتے تھے۔ حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑویؒ بھی تشریف لائے ہوئے تھے۔ جب سیال شریف سے رخصت ہونے لگے تو آپ سے ملاقات کی، دعائے خیر کہلائی اور کہا میں نیاز مند ہوں۔

سیال شریف سے آپ تشریف لائے تو تین ماہ بعد ۵ جمادی الثانی ۱۳۲۶ھ / ۵ جولائی ۱۹۰۸ء کو آپ کو خفیف سا بخار ہوا۔ اور اگلے روز پیر کے دن قبل ظہر اسم اللہ زبان سے نکلا اور آپ دارالبقار کی طرف مراجعت فرما ہوگئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ گھر والوں کو جو صدمہ ہوا اور نیاز مندوں کی جو کیفیت تھی قلم کیا بیان کرے۔ منگل کے دن ۷ جمادی الثانی کو جہاں اب عالیشان روضہ مبارک موجود ہے آپ کی تدفین ہوئی۔ وفات کے بعد جو خواب دیکھے گئے ان کا ماحصل یہ ہے آپ نے فرمایا مجھے مردہ نہ سمجھیں، میں زندہ ہوں اور دعاؤں سے حاجتیں مقبول کراتا ہوں ؎

مرا زندہ پندار چوں خویشتن　　　من آیم بجاں گر تو آئی بہ تن

اور دن بدن یہ حقیقت زیادہ سے زیادہ واضح ہوتی چلی جاتی ہے۔ کہ آپ واقعی زندہ ہیں اور آپ کے تصرفات بڑھتے ہی چلے جاتے ہیں۔ حضور کو وصال پائے ستر سال سے زیادہ عرصہ گزر چکا ہے اور دنیا دیکھ رہی ہے کہ محبت خدا اور عشق محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا جس مؤثر طریقے سے آپ نے درس دیا تھا وہ بیش از بیش بارآور ہوتا چلا جاتا ہے۔ فقر اسلامی کی تعلیمات اور روایات کے مطابق آپ نے اپنی مقدس زندگی اس عمدگی سے گزاری کہ اس کے ذکر سے روح کو حیات تازہ نصیب ہوتی ہے۔ اور باطن سرور و کیف سے معمور ہو جاتا ہے۔

آپ کا لنگر شریف بڑی شان و شوکت سے جاری ہے۔ ہر سال ۵، ۶ جمادی الثانی کو عرس مبارک مشائخ چشت کی سنت کے مطابق دھوم دھام سے منایا جاتا ہے۔ اور آپ کی اولاد کی فیروزمندی

marfat.com

روز افزوں ہے۔ یہی حال آپ کے حلقہ بگوشوں کا ہے۔

آپ کے فرزند سید محمد مظفر علی شاہ نور اللہ مرقدہٗ آپ کے جانشین ہوئے۔ اعلیٰ ترین دماغی قابلیت کے مالک تھے فنِ تعمیر میں آپ کو قدرتی طور پر حظِ وافر حاصل تھا۔ جس کا بیّن ثبوت لنگر شریف کی بلند و بالا عمارات ہیں۔ جن کے نقشے آپ نے اپنے ہاتھ سے تیار کئے۔ خدائی رعب و جلال کی زندہ تصویر تھے۔ توکل، استقامت اور استغنا میں اپنے والد ماجد کی مثال تھے۔ وفات سے تین چار سال پہلے آپ پر جذب کی خاص حالت طاری ہوگئی اور آپ نے تمام امور اپنے فرزندِ اکبر — ابو البرکات سید محمد فضل شاہ کے سپرد کر دیئے۔ ذکرِ قلبی ہر وقت جاری رہتا تھا۔ ۱۹ ربیع الآخر ۱۳۳۵ھ/۱۲ فروری ۱۹۱۷ء کو داعیٔ اجل کو لبیک کہا اور اپنے بھائی خواجہ قائم الدین شاہ کے مغرب میں مزار بنا۔

اب جناب ابو البرکات سید محمد فضل شاہ سجادہ نشین ہوئے مدارجِ روحانی آپ کو خواجہ غریب نواز طے کرا گئے تھے۔ ان کا سیال شریف کا آخری سفر اسی غرض سے تھا کہ خواجہ شمس العارفین سے آپ اپنے محبوب پوتے کی تکمیلِ فقر کرائیں۔ درس نظامی کے فارغ التحصیل تھے۔ عربی، فارسی اور اردو پر کامل عبور تھا۔ اردو کے صاحبِ اسلوب ادیب تھے۔ حج کا فریضہ ادا کر چکے تھے اور بلادِ اسلامیہ کی سیر ایک محبِ ملت اور جذبۂ جہاد سے سرشار نوخیز مسلمان کی حیثیت سے کی تھی۔ آپ نے بڑے بلند عزائم کے ساتھ اپنے فرائض سنبھالے۔ لنگر شریف کا معیار ہر لحاظ سے بلند کیا۔ روضہ شریف کا نقشہ بالغ نظری سے تیار کرایا۔ اس کی تکمیل اولو العزمی سے کرائی۔ روضہ شریف کے مختلف حصوں میں توازن اور ہم آہنگی اور پھر پختگی اور مضبوطی ان کے احساسِ جمال اور عزمِ صمیم کا شاہکار ہے۔ دیکھنے سے پتہ چلتا ہے روضہ شریف کا حُسن تمام فضا کو حسین و جمیل بنا رہا ہے۔ شہر سے نیچے وسیع و عریض مسجدِ جامع آپ ہی نے تعمیر کرائی۔ افسوس ہے اس کے مینار آپ فالج ہو جانے کی وجہ سے مکمل نہ کرا سکے۔ آپ کے عہد میں آپ کے خاندان عالیہ کو عروج حاصل ہوا۔ ۱۹۲۰ء میں تحریک حزب اللہ شروع کی۔ ۱۹۱۳ء سے آپ کہہ رہے تھے سخت

marfat.com

است پس از جاہ تحکم بردن۔ اب آپ نے تقریر وتحریر کے ذریعے حریت کاملہ اور ملی استقلال کا درس دینا شروع کیا۔ پنجاب، سرحد، بہاول پور، کشمیر میں مسلسل تین تین ماہ تک دورے کئے اور اپنے فصیح وبلیغ خطبات کے ذریعے کلمۃ الحق اور کلمۃ اللہ کو سربلند کیا۔ مطالبۂ پاکستان کی غیر مشروط طور پر حمایت کی۔ راجہ غضنفر علی خان آپ کے ماموں تھے اور آپ کی روح سے سرشار تھے۔ اور تحریک پاکستان کے بہت بڑے مؤید۔ اس لئے تخلیق پاکستان میں حضرت امیر حزب اللہ سید محمد فضل شاہ کا حصّہ آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ ہر سال جلسۂ حزب اللہ کے موقع پر آپ نے جو خطبات ارشاد فرمائے اور جو طبع ہو چکے ہیں۔ تاریخ پاکستان سے متعلق ادب میں ان کی بڑی اہمیت ہے۔ اس طرح نظر آتا ہے کہ اربابِ چشت نے اٹھارہویں صدی عیسوی میں جو تحریکِ تصوف شروع کی تھی۔ جماعت حزب اللہ کے ذریعے حضرت ابو البرکات سید محمد فضل شاہ نے اس کا ثمر جان نواز پاکستان کی صورت میں دیا۔ ۱۹۵۸ء میں آپ کو فالج ہو گیا۔ اسقام وامراض کے باوجود عمر بھر کی انتھک تگ ودو کا یہ نتیجہ تھا۔ لیکن آپ کی روحانی بالیدگی اوجِ کمال کی طرف سرعت سے بڑھتی رہی۔ کرٹی شریف کے حافظ عبدالمجید صاحب نے ان ایام میں آپ کو دیکھا تو کہنے لگے یہ تو ہو بہو پیر حیدر شاہ ہیں، فضلشاہ کہاں گئے؟ اخلاقِ عالیہ اور کرامات کے لحاظ سے بھی ہو بہو پیر حیدر شاہ تھے۔ پیر بھائیوں کو آپ سے والہانہ محبت تھی۔ اسی لئے جب ۷ ارشعبان المعظم ۱۳۸۶ھ/ یکم دسمبر ۱۹۶۶ء کو ان کا وصال ہوا تو ہر ایک کی زبان سے یہ دردناک صدا بلند ہوئی ؎

آن جان پاک بود فروغ حیات ما
چوں رفت نظم زندگیؔ این وآن برفت

روضہ شریف میں حضرت اعلیٰ خواجہ غریب نوازؒ کے مغرب میں آپ کا مزار مبارک بنا۔ بعد از وصال آپ کی توجہاتِ کریمانہ کا عالم بھی نرالا ہے۔

آج کل حضرت محمد فضلشاہ نوراللہ مرقدہٗ کے فرزند اکبر جناب سید برکات احمد صاحب مدظلہ العالی سجادہ نشین ہیں۔ کالج کی تعلیم کے بعد علوم عربیہ کی تکمیل جلالپور شریف میں پروفیسر مولوی

marfat.com

نجم الدین صاحب سے کی جو عمر بھر اورنٹیل کالج لاہور میں عربیات کے استاد رہے ہیں سلیم الطبع ہونے کے ساتھ عالی ہمتی کے لحاظ سے حضرت برکات احمد اپنے والد بزرگوار کی نظیر ہیں۔ کئی بار حج بیت اللہ اور عمرہ سے مشرف ہو چکے ہیں۔ اتنی بار کہ اہل مدینہ آپ کو مدنی سمجھنے لگ گئے۔ لعودِ دنیا سے بھی بخوبی آگاہ ہیں۔ لنگر شریف کی زرعی زمین میں آپ نے بیش بہا اضافہ کیا ہے۔ استقامت اور استغنا جو اس خاندان کا خاصہ ہے۔ آپ کی فطرت مبارک کا بھی جوہر اصلی ہے۔ باطنی کمالات کے لحاظ سے بھی کیا کہنا۔ بڑی محبوب شخصیت رکھتے ہیں۔ جملہ امور کو جو امورِ مملکت سے کم نہیں بڑی عمدگی سے سنبھال رکھا ہے۔ آپ کے دو فرزند سید انیس حیدر اور سید تنویر حیدر ہیں۔ سید انیس حیدر خاموش طبع اور عالی فطرت نوجوان ہیں اور سید تنویر حیدر کا وجود مبارک تقدیس کی مکمل تصویر ہے۔

اللہ تعالیٰ خواجہ غریبؒ نواز کے مبارک خاندان کو تا ابد قائم رکھے۔ اس میں بلند طبع اور عالی ہمت بزرگ پیدا ہوتے رہیں۔ جن کے فیوض و برکات سے ہمہ گیر عمومی تحریک احیائے اسلام پھیل جائے اور طلوع ہونے والی پندرھویں صدی ہجری میں اسلام کی شان جمالی کا پوری طرح ظہور ہو اس ہمہ گیر انداز کے ساتھ کہ:

"یکون الدین کلہ للہ"

مآخذ:- ۱۔ محمد الدین، ملک، ذکرِ حبیب؛

۲۔ نور عالم شمس پوری، نفحات المحبوب؛

۳۔ خلیق احمد نظامی، تاریخ مشائخ چشت؛

۴۔ عبد الغنی ڈاکٹر، امیر حزب اللہ

۵۔ ماہنامہ سلسبیل لاہور، فروری ۱۹۶۷ء، مئی ۱۹۶۷ء

۶۔ ہاشمی فرید آبادی، تاریخ مسلمانان پاک و ہند اول و دوم

(مطبوعہ ماہنامہ ضیائے حرم، شمس العارفینؒ صدی نمبر)

marfat.com

خواجۂ غریب نواز کا قطعۂ تاریخ

از ـــــــــــ علامہ اقبالؒ

خواجۂ غریب نواز سید غلام حیدر شاہ جلالپوری قدس سرہٗ العزیز کی سیرت پر مشتمل کتاب "ذکرِ حبیب" میں ان کا مادہ تاریخ وصال موجود ہے جو علامہ اقبال نے نکالا تھا۔ اس کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ کتاب کے مؤلف ملک محمد الدین نے علامہ مرحوم کے ہاتھ سے لکھے ہوئے اس قطعہ کا عکس کتاب میں شامل کر دیا ہے وہاں سے راقم بھی اس کا عکس بنوا کر اس مقالہ کے ساتھ شائع کر رہا ہے۔ اسے دیکھ کر ہر ایک کہہ دے گا۔ کہ یہ علامہ کی اپنی تحریر ہے۔ اس قطعۂ تاریخ کو اس لئے منفرد حیثیت حاصل ہے کہ یہ اپنے زمانہ کے ایک کامل ولی اللہ کے متعلق تحریر کیا گیا ہے "سرودِ رفتہ" میں مولانا غلام رسول مہر اور صادق علی دلاوری نے اور بھی بہت سے قطعاتِ تاریخ دیئے ہیں اور اسے بھی درج کیا ہے، لیکن اس نوعیت کا اور کوئی نہیں جناب سید صاحب مرحوم و مغفور کا وصال ۶ جمادی الثانی ۱۳۲۶ھ/۶ جولائی ۱۹۰۸ء کو ہوا۔ علامہ اس روز یورپ سے حصولِ تعلیم کے بعد بحری سفر کے ذریعے واپس وطن آرہے ہوں گے۔ آپ ۲۷ جولائی ۱۹۰۸ء کو یورپ سے لاہور پہنچے۔ سید صاحب موصوف کمالِ فقر کے اعتبار سے ہمارے متقدم صوفیائے کرام کی نہایت ہی پاکیزہ مثال تھے۔ خواجہ نور محمد مہارویؒ رم ۔ ۱۷۹۱ء) اور خواجہ محمد سلیمان تونسویؒ رم ۔ ۱۸۵۰ء) نے پنجاب میں اٹھارہویں اور انیسویں صدی عیسوی میں احمد شاہ ابدالی کی تاخت و تاراج اور سکھوں کے ہرج مرج کے ایام میں جس تحریک تصوف کی آبیاری کر کے مسلمانوں کو ایک عجیب و غریب جذبہ ایمان سے سرشار کیا تھا۔ اس کا حاصل سید غلام حیدر شاہ جلالپوریؒ اور پیر

لہ یہ مقالہ عام اہلِ علم کے لئے لکھا گیا تھا تاکہ ان کو پتہ چل جائے۔ علامہ مرحوم نے یہ قطعہ کیسے تصنیف کیا۔ اسی لئے رسالہ صحیفہ بابت ماہ مارچ اپریل ۱۹۷۷ء میں چھپا تھا۔

marfat.com

مہر علی شاہ گولڑوی (م ۔ ۱۹۳۷ء) تھے ۔ لازماً قبلہ سید صاحب کے وصال پر بالخصوص شمالی پنجاب کے مسلمانوں میں صفِ ماتم بچھ گئی ہوگی ۔ لیکن ہمارے پاس کوئی ایسا ثبوت موجود نہیں ۔ جس کی بنا پر ہم کہہ سکیں کہ حضرت علامہ بھی اس غم میں شریک تھے اور اسی لئے انھوں نے یہ قطعہ کہا ۔ وہ وطن سے دُور یورپ میں تین سال گزار کر آئے تھے ۔ اور یورپ جانے سے پہلے بھی سید صاحب نور اللہ مضجعہ کی ذاتِ گرامی سے ان کے کسی قسم کے روابط کا پتہ نہیں چلتا ۔ اس لئے ہمیں معلوم کرنے کی کوشش کرنی چاہیے کہ انھوں نے یہ منفرد قسم کا قطعۂ تاریخ کیسے لکھا اور کب لکھا ؟

عکس میں علامہ صاحب کے قطعہ کے نیچے اکبر الٰہ آبادی کا قطعۂ تاریخ بھی موجود ہے ۔

معرفت کی جس کو دولت ہو نصیب   پھر اسے کیا فکر مال و جاہ ہے
حضرتِ مرحوم تھے مردِ خدا   ان کا جو پیرو ہے حق آگاہ ہے
اُن کی تاریخ وصال از روئے درد
انتقال پیر حیدر شاہ ہے

اکبر الٰہ آبادی ۹ ردسمبر ۱۹۲۱ء کو فوت ہوئے ۔ اس لئے ان کا یہ قطعہ اس تاریخ سے پہلے کا ہے ۔ بنابریں کہا جاسکتا ہے کہ علامہ صاحب کا قطعہ بھی اس سے پہلے کا ہوگا ۔ مؤلف ملک محمد الدین نے دیباچہ کتاب ۲۹ ررمضان المبارک ۱۳۴۱ھ / ۱۵ رمئی ۱۹۲۳ء کو لکھا جس میں وہ تحریر کرتے ہیں کہ :

”میں —— ملک کے نامور شعراء کا بھی رہینِ منت ہوں جنھوں نے اپنے کلامِ بلاغت نظام سے مجھ کو ممتاز فرمایا ۔ چنانچہ ڈاکٹر سر محمد اقبال صاحب ایم ۔ اے پی ایچ ۔ ڈی اور خان بہادر سید اکبر حسین صاحب اکبر آبادی سے لے کر عام نغز گویانِ اردو تک کے نتائج افکار کتاب کے اوراق میں درج ہیں ۔“

اس لئے یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ جب علامہ صاحب نے یہ قطعۂ تاریخ کہا تو ۹ ردسمبر ۱۹۲۱ء اور ۱۵ رمئی ۱۹۲۳ء کے درمیان کی کوئی تاریخ ہوگی ۔ بہر حال یہ بات یقینی ہے کہ علامہ صاحب

marfat.com

مادۂ تاریخِ وصالِ حضرت قبلۂ عالم صاحب گولڑوی از ترجمانِ حقیقت علامہ ڈاکٹر محمد اقبال ایم اے پی ایچ ڈی

ہر کہ بخاکِ مزارِ پیرِ جہاں سر نہفت
تربتِ او را امین جلوۂ طور گفت

ہاتف از گردوں رسید خاکِ او را بوسہ داد
گفتمش سالِ وفات زمزمہ غنچہ گفت

۱۳۵۶ (اقبال)

از لسان العصر خان بہادر سید اکبر حسین صاحب پنشنر سشن جج الہ آباد

معرفت کی جسکو ہو دولت نصیب
ہر گھڑی ہے بے نیاز مال و جاہ سے

حضرت مرحوم تھے مردِ خدا
زندہ جو ہر دم ہے حق آگاہ ہے

اُنکی تاریخِ وصال از روئے درد
انتقالِ پیرِ سید شاہ ہے

۱۳۲۲ ۵ ۳۳ ۲۶ ۱۲

(اکبر الہ آبادی)

کے یورپ سے مراجعت فرما ہونے کے روز سے لے کر مؤلف کے دیباچہ لکھنے کی تاریخ تک درمیان میں کوئی دن ہو سکتا ہے۔ یکن یہ پندرہ برس کا طویل عرصہ ہے۔اس کے دوران میں کون سے ایسے واقعات ہوئے جنہوں نے علامہ صاحب کو یہ قطعہ کہنے پر آمادہ کر دیا۔اس کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ فکر و جذبہ اور اسلوب کے اعتبار سے یہ علامہ صاحب کے دل کی آواز ہے:

ہر کہ بر خاکِ مزارِ پیر حیدر شاہ رفت
تربتِ او را امینِ جلوہ ہائے طور گفت
ہاتف از گردوں رسید و خاک او را بوسہ داد
گفتمش سال وفاتِ او بگو مغفور گفت

یہ رسمی قطعہ نہیں۔ اس میں آمد ہی آمد ہے۔ اکبر الٰہ آبادی اگرچہ پیر حیدر شاہ کو مردِ خدا کہتے ہیں اور ان کے پیروانِ کار کو حق آگاہ تسلیم کرتے ہیں لیکن علّامہ اقبال کے قطعہ میں جو خلوص، عمق اور روحانی وابستگی موجود ہے وہ ان کے ہاں نہیں۔ اس لیے یہ کہنا بالکل بجا ہے کہ علامہ صاحب کا قطعہ محض ریاضیاتی فکر کا نتیجہ نہیں۔ اپنے قطعاتِ تاریخ[ط] میں انھوں نے کسی کی تربت کو "امین جلوہ ہائے طور" نہیں کہا۔ اس لئے ہمیں غور کرنا چاہیئے کہ اس میں ان کی شخصیت کا عمیق اظہار کیوں ہو رہا ہے۔ غور و فکر کرتے ہوئے ممکن ہے ہم اس کی تخلیق کا کوئی خاص وقت بھی متعین کر سکیں۔اس قطعہ کو علامہ کے ذیل کے اشعار کے ساتھ ملا کر پڑھ لینا مناسب ہوگا۔ جو انھوں نے محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین اولیاء دہلوی کی تعریف میں کہے ہیں:

فرشتے پڑھتے ہیں جس کو وہ نام ہے تیرا
بڑی جناب تری، فیضِ عام ہے تیرا

ط علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے سلطان اسماعیل جان کا مادۂ تاریخ وفات بھی "مغفور" نکالا ہے۔ لیکن سارے قطعہ میں صرف ان کی شہزادگی اور امیری کا ذکر ہے۔

marfat.com

ستارے عشق کے، تیری کشش سے ہیں قائم
نظام مہر کی صورت نظام ہے تیرا
تری لحد کی زیارت ہے زندگی دل کی
مسیح و خضر سے اونچا مقام ہے تیرا

کیا یہ اشعار اور قطعہ کے دونوں شعر ہم جنس نہیں؟ اسی مماثلت اور یک رنگی کی بنا پر یہ قطعہ خاص اہمیت اختیار کر جاتا ہے۔ قطعہ میں شاہ صاحب مرحوم کی تربت کے ذکر سے عقیدت کا رنگ جھلکتا ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ کیسے ہوا!

سیّد صاحب قدس سرہٗ العزیز کے وصال کے فوراً بعد ملک محمد الدین مؤلف "ذکرِ حبیب" نے ان کی یادگار کے طور پر پنڈی بہاء الدین ضلع گجرات سے، جو سیّد صاحب قبلہ کے موطن اور مسکن جلالپور شریف ضلع جہلم سے جنوب مشرق میں صرف چند میل کے فاصلہ پر دریائے جہلم کے بائیں کنارے پر واقع ہے، رسالہ "صوفی" جاری کیا۔ "ذکرِ حبیب" بعد میں تالیف ہوئی۔ ملک صاحب کو سیّد صاحب مرحوم سے بیعت کا شرف حاصل تھا اور وہ بیان کرتے ہیں کہ اسی بیعت کی برکت تھی کہ اس سے پہلے بالکل مفلوک الحال تھے مگر "حضرت کی دعاؤں کی بدولت خدا نے چند سال کے عرصے میں وہ سب کچھ دے دیا جس کی دل کو تمنا ہو سکتی ہے۔" فارغ البالی، خوشحالی، حجِ بیت اللہ، بیس بیس مربع اراضی۔ ظاہری برکات حاصل کرنے کے علاوہ حضرت پیر حیدر شاہ رحمۃ اللہ کی پاکیزہ زندگی سے ملک صاحب نے چونکہ ہزاروں وابستگانِ بارگاہ اور مریدین و معتقدین کو مستفیض ہوتے دیکھا اور اسباقِ حکمت و موعظت اور درسِ شریعت و طریقت پاتے سنا اور خود بھی فیض یاب ہوئے اس لیے انھوں نے تحدیثِ نعمت کے طور پر اس فیضانِ عام کو ہر ایک تک پہنچانے کا عزم دل میں پیدا کیا۔ رسالہ "صوفی" میں سیّد حیدر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سیرتِ پاک، کرامات اور ملفوظات پر مشتمل مقالات چھپنے لگے۔ سلیس اور متین ادبی اسلوب پاکیزہ مضامین (جو شریعت اور طریقت سے حقیقی معنوں میں مطابقت رکھتے تھے)، اعلیٰ درجہ کی منظومات اور جدید دور کی علمی معلومات باقاعدگی سے ماہ بہ ماہ فراہم کرنے کے باعث یہ رسالہ جلد مقبولیت

marfat.com

حاصل کر گیا اور اس کی اشاعت آٹھ ہزار تک پہنچ گئی ۔ نہ صرف دیہاتی علاقوں میں بلکہ تمام برعظیم کے علمی مراکز میں بھی "صوفی" پہنچنے لگا ۔ مولانا ظفر علی خان اور نیاز فتح پوری جیسے اہل علم کے مقالات اس میں چھپا کرتے تھے ۔ اور سیماب اکبر آبادی کی عقیدت سے معمور نظمیں طبع ہوا کرتی تھیں ۔ رسالے کی کامیابی نے ملک محمد الدین کی ہمت افزائی کی اور انھوں نے طبع و اشاعت اور نشر و تالیف کا ادارہ بھی قائم کیا ۔ چنانچہ غالباً انھوں نے ہی صوفی کرم الٰہی کی "تاریخ اسلام" اور "خالد بن ولید" شائع کی تھیں جن کی ان ایام میں بڑی شہرت ہوئی ۔ ان ادبی، علمی اور دینی خدمات کی بنا پر ملک صاحب کو حضورِ نظامِ دکن سے وظیفہ عطا ہوا ۔ رسالہ مسلمان اکابر کے پاس باقاعدہ پہنچ رہا تھا ۔ چنانچہ ایک موقع پر سید سلیمان ندوی نے علامہ اقبال کو شکایتاً لکھا کہ آپ کی نظمیں رسالہ "صوفی" میں تو چھپتی ہیں مگر "معارف" ان سے محروم رہتا ہے ۔ علامہ صاحب نے ۲۸ اپریل ۱۹۱۸ء کو جواباً تحریر فرمایا ۔

"رسالہ صوفی" میں میں نے کوئی نظم شائع نہیں کی ۔ کوئی پرانی مطبوعہ نظم انھوں نے شائع کر دی ہوگی ۔ ورنہ یہ کیونکر ممکن ہے کہ میں "صوفی" کو معارف پر ترجیح دوں"

علامہ اقبال کا یہ خط بڑی اہمیت رکھتا ہے ۔ ایک تو اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ضلع گجرات کے ایک گاؤں پنڈی بہاؤ الدین سے نکلنے والے رسالہ "صوفی" نے ہمارے اکابر کو چونکا دیا تھا ۔ دوسرے اس سے یہ بھی مترشح ہوتا ہے کہ علامہ کے دل میں ابھی تک حضرت سید حیدر شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی ذات سے وہ عقیدت پیدا نہیں ہوئی تھی ۔ جو ان کے قطعہ تاریخ سے ظاہر ہوتی ہے تیسرے قدرتی طور پر ہم اس سے یہ نتیجہ بھی اخذ کر سکتے ہیں کہ ابھی ۲۸ اپریل ۱۹۱۸ء تک یہ قطعہ تصنیف نہیں ہوا تھا ۔ بنابریں کوئی حتمی رائے قائم کرنے کے لئے ہمیں مزید غور و فکر کی ضرورت ہے ۔

سید سلیمان ندوی کے شکایت نامہ کا ایک مثبت اثر لازماً ہوا ہوگا اور وہ یہ کہ اس کے بعد اس رسالہ[1] کو علامہ نے زیادہ موردِ التفات سمجھا ہوگا ۔ جس کی طرف برعظیم کے اتنے بڑے جید عالم

---

[1] خیال ہے کہ "رسالہ صوفی اور علامہ اقبال" ایک معنی خیز موضوع ہے ۔ بیسویں صدی کے ثلث اول میں

باقی حاشیہ صفحہ آئندہ پر

marfat.com

اور مصنف توجہ منعطف فرما رہے تھے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ علامہ نے توجہ میں سے بقہ کمی کی کسی نہ کسی طرح تلافی کی ہو۔ ان دنوں وہ ہر اس بات کا بڑی دقت نظر سے مطالعہ کر رہے تھے۔ جو مسلمانوں کے لئے حیاتِ نو کا موجب ہو سکتی تھی۔ مثنوی "اسرار خودی" پہلی بار ۱۹۱۵ء میں طبع ہوئی تھی اور "رموزِ بے خودی" ۱۹۱۸ء میں۔ جس ذہنی کیفیت کے ساتھ انھوں نے "اسرار و رموز" کو تصنیف کیا تھا۔ اسی کے ساتھ انھوں نے ان ایّام میں قدرتی طور پر حضرت پیر حیدر شاہ قدس سرہٗ العزیز کی سیرتِ پاک کا مطالعہ کیا ہوگا جن کی یادگار کے طور پر رسالہ "صوفی" جاری ہوا تھا۔ اس رسالہ کے تمام مندرجات سے پوری طرح الم نشرح ہو رہا تھا کہ شاہ صاحب قبلہ کے مبارک اثرات کے باعث، شمالی مغربی پنجاب کے مسلمانوں میں بالخصوص، ایک خاص علمی اور ملی نہضت کا ظہور ہوا تھا۔ "تاریخِ اسلام" اور "خالد بن ولید" کے مذکورہ بالا مصنف صوفی کرم الٰہی انہی کے مرید باصفا تھے۔ صوفی صاحب شاعر بھی تھے۔ "ذکرِ حبیب" میں اپنے پیر کامل کو مخاطب کرکے انھوں نے فارسی میں ایک نظم کہی ہے۔ اس کے دو شعر ملاحظہ ہوں:

ؔ نورِ محمدی ز جبینِ تو آشکار!
وصفت بروں ز دہم و گمان پیر دستگیر
نازد بتو شریعتِ غرائے احمدی
عرفان را تو روح و رواں پیر دستگیر

ان باتوں نے علامہ اقبال کو سوچنے پر مجبور کیا ہوگا کہ ایک مردِ کامل کا وجودِ مقدس اپنے معاشرے میں کتنی اہمیت رکھتا ہے۔ اپنے زمانہ میں اور اپنے بالکل قریب انھوں نے رومی کا سوز و ساز محسوس کیا۔ اور اس کی حیات آفرینی کے مظاہرے دیکھے۔ پنڈی بہاؤالدین کے ایک چھوٹے سے قصبہ میں سے اچانک ملک محمد الدین جیسا زرخیز ذہن والا باہمت ادیب نمودار ہو جاتا

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ: رسالہ نے علم و ادب کی شاندار خدمات انجام دی ہیں۔ اس کی فائلوں کو نظرِ غائر سے دیکھنے کی ضرورت ہے۔

marfat.com

ہے اور اس قصبہ سے مشرق میں چند میل کے فاصلے پر ڈنگہ کے گاؤں سے صوفی کرم الٰہی پیدا ہوتا ہے۔ جو مورخ اسلام ہے اور یہ سب کچھ ایک مردِ کامل کی نگاہ کا فیض ہے ـــــ ایسا کامل انسان جس کی تلاش میں وہ خود رومی کی طرح سرگرداں تھے۔ سید سلیمان ندوی کے مکتوب نے یقیناً علامہ اقبال کو لمحاتِ تفکر سے دوچار کیا ہوگا۔ جیسا کہ پیشتر ازیں کہا جا چکا ہے۔ بالخصوص ان ایام میں زندگی کے تمام مظاہر کی نبض پر ان کا ہاتھ تھا اور وہ گہری سوچ سے کام لے رہے تھے۔

سید سلیمان ندوی کے محولہ بالا مکتوبِ گرامی کا جواب علامہ اقبال نے ۲۸ اپریل ۱۹۱۸ء کو دیا تھا۔ غالباً سید صاحب نے یہ مکتوب اسی اپریل کی کسی تاریخ کو تحریر فرمایا ہوگا۔ انہی دنوں میں درگاہ جلالپور شریف میں جو کچھ ہو رہا تھا۔ اس کا تعلق زیر بحث موضوع سے بڑا گہرا ہے۔ ۵، ۶ جمادی الثانی ۱۳۳۶ھ/ ۱۸، ۱۹ مارچ ۱۹۱۸ء کو پیر حیدر شاہ قبلہ قدس سرہٗ العزیز کا جلالپور شریف میں دسواں عرس منعقد ہونا تھا اس میں تقسیم کرنے کے لئے ملک محمد الدین نے مارچ ۱۹۱۸ء کا خصوصی عرس نمبر شائع کیا۔ اس عرس نمبر میں ذکرِ حبیب کے عنوان سے ابو البرکات سید محمد فضل شاہ صاحب سجادہ نشین جلالپور شریف کا ایک مقالہ پیر صاحبؒ رحمۃ اللہ علیہ کی سیرتِ پاک کے متعلق چھپا۔ اس کا مندرجہ ذیل اقتباس علامہ اقبال کی مثنوی "رموزِ بے خودی" کے مطالب سے کس قدر ہم آہنگ ہے۔

حضرت خواجہ شیخ سید غلام حیدر علی شاہ نور اللہ مرقدہٗ نے اپنے طرزِ عمل اور طریقِ کار سے ثابت کر دکھایا کہ طریقت اور شریعت کے درمیان اگر فرق ہے تو محض اعتباری۔ کوئی مدعیٔ تصوف آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کی عملی تقلید اور پیروی کے بغیر منزلِ مقصود تک نہیں پہنچ سکتا۔ انھوں نے اپنی ساری حیات میں کوئی بات بھی ایسی نہ کی جو خلافِ قرآن و سنت ہو۔ ان کے عقائد و خیالات تمام تر کتاب اللہ اور کتاب الرسول سے ماخوذ تھے۔ انکی تبلیغ و ہدایت کا حقیقی منشا کلمۃ اللہ کی تشہیر، سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا احیاء، اسلافِ کرام کی اتباع، اولیاء اللہ سے توسل اور اولیاء الشیطان سے انقطاع ہوا کرتا تھا۔"

marfat.com

"رموزِ بے خودی" میں علامہ اقبال فرماتے ہیں کہ توحید و رسالت پر ملتِ محمدیہ کی اساس ہے۔ خواجہ غلام حیدر شاہ نے اسلافِ کرام کی طرح بیسویں صدی کے آغاز میں اس نسخۂ کیمیا اثر پر عمل کر کے کم از کم اپنے علاقہ کے مسلمانوں کی حیاتِ ملّی میں نئی روح پھونک دی تھی۔ علامہ ان کے کارنامے سے ضرور متاثر ہوتے ہوں گے۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ رسالہ 'صوفی' ان کے پاس کم از کم اعزازی طور پر ضرور پہنچ رہا تھا۔ جب سید سلیمان ندوی کے مذکورہ بالا خط سے پتہ چلتا ہے کہ علامہ کی نظمیں اس رسالہ میں چھپ رہی تھیں، کیسے ممکن ہے کہ مدیر "صوفی" انہیں رسالہ نہ بھیجتے۔ معمولی درجہ کے شعراء اور قلمی معاونین کو جب مدیر صاحبان نظر انداز نہیں کرتے تو شاعرِ مشرق حکیم الامت علامہ اقبال کو کس طرح فراموش کیا جا سکتا تھا۔ مارچ ۱۹۱۸ء کا عرس نمبر تو لازماً انہیں بھیجا گیا ہوگا۔ کیونکہ بالکل انہی دنوں میں ملک محمد الدین علامہ صاحب سے قطعۂ تاریخ لکھوانا چاہتے تھے اور سید سلیمان ندوی کے مکتوب سے جس طرح علامہ کو اس رسالہ کی طرف توجہ مبذول کرنے کی ضمناً ترغیب ہوئی تھی، انھوں نے ضرور اس کا مطالعہ کیا ہوگا۔

ہم نے کہا ہے کہ ۱۹۱۸ء کو انہی دنوں میں ملک محمد الدین سید غلام حیدر شاہ نور اللہ مرقدہٗ کا قطعۂ تاریخ لکھوانا چاہتے تھے۔ اس بات پر غور کر لینا اشد ضروری ہے۔ ابو البرکات سید محمد فضل شاہ، سید غلام حیدر صاحب کے پوتے تھے۔ جیسا کہ ان کے مقالہ کے مندرجہ بالا اقتباس سے ظاہر ہے۔ آپ اردو کے اعلیٰ درجہ کے ادیب تھے۔ آپ کے مطبوعہ مقالات، خطبات اور رسائل اس سلسلہ میں شاہد عادل ہیں۔ درسِ نظامی کے فارغ التحصیل ہونے کے علاوہ آپ جدید تحریکات سے بھی پوری طرح باخبر تھے، بلادِ اسلامیہ کی سیر کر چکے تھے، آپ کا سفرنامہ رسالہ "صوفی" میں بالاقساط چھپا تھا۔ اس بالغ نظری کو بروئے کار لا کر آپ چاہتے تھے کہ "ذکرِ حبیب" کے نام سے اپنے دلوا بزرگوار کی سیرت پاک کے متعلق خود ایک مبسوط کتاب تصنیف فرمائیں۔ صوفی کے عرس نمبر میں اس عنوان سے آپ کا مقالہ دراصل آپ کی اسی تمنا کے سلسلہ میں تھا۔ آپ کی ظاہری اور باطنی تربیت اپنے جدِ بزرگوار خواجہ غلام حیدر شاہ کی خصوصی توجہات کی مرہونِ منت تھی۔ آپ کی دلی آرزو تھی

marfat.com

کہ ایک ادنیٰ نیازمند کی طرح ان کے فضائل و کمالات بیان کریں۔ چنانچہ اس سے پہلے اسی عنوان سے آپ کا اولین مقالہ ۱۹۱۰ء کے پرچہ میں چھپا تھا۔ "صوفی" کے ۱۹۱۱ء کے جنوری، فروری اور مئی کے پرچوں میں بھی یکے بعد دیگرے ذکرِ حبیب کے عنوان سے آپکے مقالے چھپے تھے۔

یہ موضوع آپ کو بے حد عزیز تھا۔ بایں ہمہ "ذکرِ حبیب" کے علمی اور ادبی لحاظ سے معرکۃ الآرا مقدمہ میں آپ لکھتے ہیں کہ کثرتِ مشاغل، عدیم الفرصتی اور چند عوارض و اسقام نے آپ کو دلجمعی سے اس کام کی طرف متوجہ نہ ہونے دیا۔ اور جب ملک محمد الدین مدیرِ "صوفی" نے خواہش ظاہر کی تو بطیبِ خاطر انھیں اجازت دے دی کہ کتاب تالیف کریں۔ اپنے والدِ ماجد سید محمد مظفر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات پر آپ ۱۳ فروری ۱۹۱۷ء کو مسند نشین ہوئے تھے۔ آپ کی عمر اس وقت بائیس سال تھی۔ لنگر شریف کے جملہ انتظامات پوری توجہ کے طالب تھے اس لئے دلی خواہش کے باوجود تصنیفِ کتاب کی طرف متوجہ نہ ہو سکتے تھے۔ ادھر عقیدت مندوں کا تقاضا تھا کہ کتاب جلد چھپے اور پھر ملک محمد الدین نے ۱۹۰۸ء سے لے کر مارچ ۱۹۱۸ء تک رسالہ "صوفی" کے ذریعے کافی مواد جمع کر لیا تھا۔ انھیں بھی تالیفِ کتاب کا حق پہنچتا تھا۔ بنا بریں معلوم ہوتا ہے کہ ۱۹۱۸ء کے عرس مبارک کے موقع پر یہ طے پا گیا۔ کہ اب ملک صاحب ہی کتاب تالیف کریں گے، کیونکہ اس کے بعد ذکرِ حبیب کے عنوان سے ابو البرکات سید محمد فضل شاہ صاحب نے کوئی مقالہ تحریر نہیں فرمایا۔ اور اپنے جدِ بزرگوار کی صفاتِ عالیہ کے متعلق بعد میں جو کچھ لکھا وہ محولہ بالا مقدمۃ الکتاب کی تسوید کے سلسلہ میں قلمبند ہوا۔

۱۳۲۷ھ/۱۹۰۹ء میں "نفحات المحبوب" کے نام سے خواجہ غلام حیدر شاہ قدس سرہ العزیز کے متعلق صوفی نور عالم جہلمی کے قلم سے ایک کتاب چھپی تھی۔ لیکن ایک تو وہ روز روز کے ملفوظات پر مشتمل تھی اور دوسرے سابقہ روایت کے مطابق فارسی زبان میں تھی۔ وہ کتاب بھی ابو البرکات سید محمد فضل شاہ رحمۃ اللہ علیہ (م-۱۹۶۶ء) کے حسب الارشاد طبع ہوئی تھی اور اپنی جگہ اثر انگیز اور ایمان افروز تھی۔ لیکن ذکرِ حبیب اردو زبان میں تالیف ہوئی جو تصنیفات کی مروجہ زبان تھی اور

marfat.com

عوام جس سے بآسانی مستفیض ہو سکتے تھے۔ ساتھ ہی خواجہ صاحب مرحوم کی سیرت پر جدید نظریوں کے مطابق یہ ایک مستقل کتاب تھی۔

مندرجہ بالا حقائق و واقعات کی بنا پر یہ کہنا بجا ہے کہ اپریل ۱۹۱۸ء سے "ذکر حبیب" کی تالیف کا کام باقاعدگی سے شروع ہو گیا۔ ملک محمد الدین بڑے مستعد انسان تھے۔ انھوں نے فوری طور پر علامہ اقبال اور اکبر الہ آبادی سے قطعاتِ تاریخ کے لئے تقاضا شروع کر دیا ہوگا۔ "صوفی" کا مارچ ۱۹۱۸ء کا عرس نمبر بھیجا ہوگا اور باقی متعلقہ پرچے بھی ارسال کئے ہوں گے۔ جیسا کہ اس تمام بیان سے واضح ہوتا ہے۔ حضرت پیر غلام حیدر شاہ کی شخصیت ایسی پاکیزہ تھی کہ علامہ مرحوم اور لسان العصر کی ۹ دسمبر ۱۹۲۱ء کو وفات سے کافی عرصہ پہلے بلکہ عین ممکن ہے ۱۹۱۸ء ہی میں دونوں کے قطعات ملک محمد الدین کو موصول ہو گئے ہوں گے۔ مندرجہ بالا شواہد کی بنا پر یہ سمجھنا آسان ہو چکا ہے کہ علامہ اقبال نے یہ قطعہ کب اور کیسے لکھا۔ ان کے دل میں حقیقی فقر اسلامی کی جو قدر و منزلت موجود تھی۔ اس کے اظہار کے طور پر یہ قطعہ نغز تخلیق ہوا۔

اس قطعہ تاریخ کے بعد حضرت علامہ کا تعلق درگاہ جلالپور شریف سے قائم ہو گیا اور پھر جاری ہی رہا۔ حضرت ابو البرکات سید محمد فضل شاہ صاحب سجادہ نشین جلال پور شریف بڑے باذوق بزرگ تھے۔ عربی، فارسی اور اردو کے پاکیزہ بصیرت افروز اشعار اس طرح برمحل پڑھا کرتے تھے۔ کہ آدمی حیران رہ جاتا تھا۔ احیائے ملت کیلئے جن جذبات اور عزائم نے علامہ کے کلام میں زندگی پیدا کی ہے۔ ان سے وہ بھی سرشار تھے۔ چنانچہ ۱۹۱۳ء میں اٹھارہ انیس برس کی عمر میں جب آپ ملک محمد الدین کو ساتھ لے کر بلادِ اسلامیہ کی سیاحت کے لئے گئے اور قاہرہ، اسکندریہ، بیت المقدس اور دمشق کی سیر کی تو آپ نے ان عمارات اور مقابر کی خاص طور پر زیارت کی جو مجاہدین اسلام سے متعلق تھیں۔ قاہرہ میں جامع عمرو بن العاص اور دمشق میں سلطان صلاح الدین ایوبی، عماد الدین زنگی اور ابو عبیدہ بن الجراح کے مزارات کی زیارت کے لئے آپ ایک خاص جذبہ کے ساتھ تشریف لے گئے۔ آپ کا ولولہ خیز مفصل سفر نامہ کتاب "امیر

marfat.com

حزب اللہ" میں موجود ہے آپ نے اپنا مقالہ "سخت است پس از جاہ تحکم بردن، انیس سال کی عمر میں جولائی ۱۹۱۳ء کے رسالہ "صوفی" میں لکھا جس میں بنیادی طور پر آپ نے اس خیال کا ظہار کیا کہ اگر مسلمانوں کو ان ہندوؤں کا غلام بننا پڑا۔ جن پر وہ سینکڑوں سالوں تک حکومت کر چکے ہیں تو بڑی مصیبت آئے گی۔ اپنے انھی خیالات کی بنا پر انھوں نے ۱۹۲۷ء میں ایک فعال جماعت حزب اللہ کے نام سے قائم کی۔ جس کا مقصد احیائے اسلام و المسلمین تھا۔ اسی لئے ۱۹۴۲ء میں حزب اللہ کے پندرھویں سالانہ اجلاس میں مطالبۂ پاکستان کے سلسلہ میں انھوں نے مسلم لیگ کے ساتھ غیر مشروط طور پر اشتراکِ عمل کا اعلان کیا تھا۔ دل و دماغ کے انہی رجحانات راسخہ کی بنا پر انھیں علامہ اقبال سے محبت تھی۔ علامہ بھی انہیں محترم سمجھتے تھے۔ پیر حیدر شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے عقیدت مند تو تھے ہی ان کے جوان ہمت اور بیدار عزم ہونے سے بھی گہری موانست پیدا ہوگئی۔ لاہور میں مختلف ملی اور علمی مسائل کے سلسلہ میں ان سے ملاقاتیں ہوتی تھیں۔ خواجۂ غریب نواز پیر حیدر شاہؒ رحمۃ اللہ علیہ کے صاحب حال درویش صوفی خدا بخش آدوواؒلی ایک بار حضرت ابو البرکات کے ساتھ تھے۔ کشادہ جبین، دراز قد، دراز ریش، ہاتھ میں عصا، جذب و سکر کی کیفیات چہرے پر، دیکھ کر علامہ پر خاص کیفیت طاری ہوگئی۔ صوفی صاحب فارسی اور اردو میں شعر کہا کرتے تھے۔ علامہ ان کا کلام سن کر محظوظ ہوئے سیماب اکبر آبادی کے رفیقِ کار خواجہ محمد امین چشتی جو خود بھی خوش فکر شاعر ہیں۔ اور آج کل چنیوٹ میں قیام پذیر رہے ہیں، بیانؒ کرتے ہیں۔ کہ ۳۰-۱۹۲۹ء میں جب شملہ میں مرکزی اسمبلی میں ساردا بل پر بحث ہو رہی تھی اور مسلمان مضطرب تھے۔ تو حضرت ابو البرکات ارکان اسمبلی کو ہم خیال بنانے کے لئے شملہ تشریف لے گئے۔ علامہ اقبال بھی وہیں تھے۔ بنام

لہ آدووالی ضلع جہلم، جلال پور شریف اور ہرن پور کے درمیان ایک چھوٹا سا گاؤں ہے۔

لہ دیکھئے: رسالہ سلسبیل مئی ۱۹۶۷ء حضرت ابو البرکات رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق ایک نظم کے اختتام پر ذیلی حاشیہ۔

marfat.com

کو ان کی قیام گاہ پر تشریف لایا کرتے اور دقیق علمی مسائل پر تبادلۂ خیال ہوا کرتا تھا۔ خواجہ صاحب کہتے ہیں کہ اس موقع پر درگاہِ جلالپور شریف کے اخراجات کے لئے وائسرائے ہند نے یک صد مربع اراضی کی پیشکش کی جسے حضرت ابوالبرکات نے ٹھکرا دیا۔ اور جواب علامہ اقبال نے تحریر فرمایا۔ علامہ صاحب نے اس وقت فرمایا اگر ہمارے تمام سجادہ نشین حضرات اس طرح کے ہوں تو کیا کہنا۔[1]

خواجہ پیر حیدر شاہ نور اللہ مضجعہ کے وصال کی تاریخ کے سلسلہ میں علامہ اقبال کے قطعہ کا یہ پس منظر ہے۔ اپنے عہد کے صوفیائے کرام کے ساتھ علامہ اقبال کے مراسم پر ہمیں حیرت زدہ نہیں ہونا چاہیئے۔ راقم سطور کے ایک رفیقِ کار پیر محمد صادق رشتے میں میاں شیر محمد شرق پوری رحمۃ اللہ علیہ دم ۳ ربیع الاوّل ۱۳۴۷ھ/۲۰ اگست ۱۹۲۸ء) کے بھتیجے تھے۔ اپریل ۱۹۲۸ء سے لے کر دو تین سال تک بھلوال ضلع سرگودھا میں ان کے ساتھ راقم کو رہنے کا اتفاق ہوا تھا۔ پیر محمد صادق ریش صاف کرایا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ ان کی طرح کے تارکِ سنت لوگوں کو میاں صاحب مرحوم اپنی مجلس میں بار نہیں دیا کرتے تھے۔ لیکن جب کبھی علامہ اقبال ملاقات کیلئے آتے تو انھیں بڑے احترام سے اپنے پہلو میں جگہ دیا کرتے تھے۔ یہ بات ہمیشہ مدنظر رہنی چاہیئے کہ جس طرح اپنے کلام میں علامہ نے متقدم صوفیائے اسلام کا عقیدت کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ اسی طرح اپنے معاصر صوفیاء سے بھی مخلصانہ روابط رکھے۔

---

[1] بروایت صوفی ریاض حسین ایم۔اے، سابق ہیڈ ماسٹر ہائی سکول۔

marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ابوالبرکات سیّد محمد فضلشاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

عظیم انسان اپنی ولادت سے لے کر وفات تک عظمت در آغوش نظر آتے ہیں۔ ماحول کی ایک ایک بات انہیں عظمتوں سے ہمکنار کرتی ہے۔ وہ اعلیٰ ذہانت اور اخلاق و کردار کے لحاظ سے اعلیٰ اوصاف کے مالک ہوتے ہیں۔ مشکلات اور مہمات ان کی مخفی صلاحیتوں کو آزماتی ہیں اور جب وہ اپنے پیچھے مبارک اثرات اور برتر نتائج چھوڑ جاتے ہیں۔ تو لوگ کہتے ہیں ایسی ہستیوں کے ہوتے ہوئے یہ سب کچھ ناگزیر تھا۔ فقر و سلطنت، علم و ہنر، ایجاد و اختراع زندگی کے تمام شعبوں میں شروع ہی سے یہی حقیقت کارفرما چلی آ رہی ہے۔ حضرت ابوالبرکات سید محمد فضل شاہ صاحب قدس اللہ سرہٗ اسی قسم کے عظیم انسان تھے۔ آپ کا تعلق اول تا آخر فقرِ اسلامی سے تھا۔ اور اسی کے زور سے آپ نے اپنے گرد و پیش کی تمام حیاتِ اجتماعی میں حرکت پیدا کر دی اور فی الحقیقت ایک بہت بڑے انقلاب کے داعی بنے۔

آپ کی ولادت ۴ جمادی الاوّل ۱۳۱۲ھ/ ۳ نومبر ۱۸۹۴ء کو ہوئی۔ حضرت اعلیٰ خواجہ غریب نوازؒ بڑے خوش ہوئے۔ بشارت غیبی کی بنا پر نام محمد فضل شاہ رکھا۔ آپ کے والد سید مظفر شاہ صاحب اعلیٰ حضرت کے دوسرے فرزند تھے۔ بڑے سید بدیع الزمان شاہ ۲۱ سال کی عمر میں وفات پا گئے تھے۔ مولود مسعود کی والدہ راجہ سیف علی خان رئیس پنڈ دادنخان کی صاحبزادی تھیں۔ راجہ غضنفر علی خان انہیں صاحبزادی صاحبہ کے چھوٹے بھائی تھے جو بعد میں تحریک پاکستان شروع ہونے پر قائداعظم محمد علی جناح کے رفیقِ کار بنے۔ صاحبزادہ سید محمد فضل شاہ صاحب کی پرورش آپ کی دادی اماں حضرت مائی صاحبہ کلاں نے خاص توجہ سے کی۔ حضرتِ اعلیٰ کی توجہات شروع ہی سے آپ کی ذات پر مرکوز تھیں۔ تعلیم شروع ہوئی، قرآن مجید حافظ اللہ دین ساکن چک شیر محمد سے ختم کیا۔ بیماری

marfat.com

کے باعث حفظ نہ کر سکے۔ مولوی عبدالرحیم صاحب ساکن کڑی شریف سے سکندر نامہ تک فارسی کتب صرف و نحو اور فقہ میں شرح وقایہ کا درس لیا۔ مولوی صاحب سے آپ کو زندگی کے آخری لمحات تک عقیدت و محبت رہی، فلسفہ، ادب عقائد، کلام اور علوم عقلیہ کی تحصیل آپ نے مولوی فیض الحسن صاحب ساکن بھین (جہلم) سے کی۔ صحاح ستہ، فقہ اور باقی علوم نقلیہ دیگر اساتذہ سے پڑھے۔ اس طرح درس نظامیہ کی تکمیل آپ نے جلال پور شریف میں رہ کر کی۔

لیکن آپ کی حقیقی تعلیم اور تھی۔ اور وہ خواجۂ غریب نوازؒ کا فیضان روحانی تھا جو نگاہ کے ذریعے آپ کے قلب میں مسلسل اور متواتر سرایت کر رہا تھا۔ اس کا ذکر آپ نے اپنی تحریروں میں بڑے جذبۂ ممنونیت کے ساتھ کیا۔ آپ نے اس دینی اور روحانی انقلاب کو دیکھا جو آپ کے گرد و پیش رونما ہو رہا تھا۔ نیاز مند خواجہ غریب نوازؒ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور عجیب و غریب کیفیات سے سرشار ہو کر واپس جاتے تھے۔ اعلیٰ حضرت کے رگ و ریشے میں احترام کتاب و سنت، حمیت اسلام اور صیانتِ مسلمین کا جوہر موجود تھا۔ صاحبزادہ صاحب نے بھی اپنی فطرت میں ان صفات عالیہ کی پرورش کی اور پھر آپ کی تربیت کی تکمیل کی خاطر ۲۰ صفر ۱۳۲۶ھ/ ۲۴ مارچ ۱۹۰۸ء کو حضرت اعلیٰ آپ کو اپنے ساتھ سیال شریف لے گئے جہاں خواجہ شمس العارفین قدس سرہ العزیز کے روضۂ انور کو اندر سے بند کر کے آپ کو صحیح معنوں میں خلعتِ نورانی سے نوازا گیا۔ اس وقت آپ کی عمر مبارک ۱۴ سال تھی۔ تین ماہ بعد ۶ جمادی الثانی ۱۳۲۶ھ/ ۶ جولائی ۱۹۰۸ء کو حضرت اعلیٰ کا وصال ہو گیا۔ گویا رحلت سے پہلے آپ نے اس چشمہ صافی سے اپنے محبوب پوتے کو سیراب کر دیا جس کے فیض کے سوتے ان ایام میں جلال پور شریف سے تمام اطراف میں پھیل رہے تھے۔ وصال کے بعد بھی ان کی توجہات کریمانہ بدستور جاری رہیں۔ صاحبزادہ سید محمد فضل شاہ صاحب کی جبین مبارک پر اہل عالم نے بعد میں فقر کی جو حقیقی شان یعنی استغناء کے ساتھ استقامت دیکھی جو اسلام کے لئے ان کی تڑپ اور درد ملت کا جذبہ ملاحظہ کیا اور ان کے روحانی مراتب بلند ہوکر دیکھتے رہے۔ وہ سب کچھ حضرت اعلیٰ کی پہلو دار تربیت کا نتیجہ تھا۔ ہاں ہم یہ کہتے

marfat.com

صاحبزادہ صاحب کی جواں ہمتی نے ان عناصر کو خوب فروغ عطا کیا۔ اور انہیں بے پناہ توانائی سے معمور کر دیا۔

حضرت ثانی خواجہ محمد مظفر علی شاہ صاحبؒ کو اللہ تعالیٰ نے فن تعمیر کا ایسا ذوق عطا فرمایا تھا جس میں حسن بھی تھا اور پختگی بھی۔ اس کا اظہار انھوں نے اپنے ایامِ ولی عہدی میں شروع کر دیا تھا اور جلال پور شریف کی دیہاتی فضا میں آپنے لنگر شریف کی ایسی شاندار عمارات تعمیر کرائیں جو شہروں میں بھی کمیاب ہیں۔ سجادہ نشین ہونے پر بھی آپ نے یہ سلسلہ جاری رکھا۔ لنگر شریف کا انتظام و انصرام اعلیٰ پیمانے پر کیا۔ پیر بھائیوں کی روحانی تربیت بدستور جاری رہی۔ ظاہر ہے اپنے والد گرامی کا مبارک نمونہ بھی صاحبزادہ سید محمد فضلشاہ صاحب کا ہر طرح حوصلہ بڑھا رہا تھا ۱۳۲۷ھ / ۱۹۰۹ء میں حضرت اعلیٰ کے ملفوظات طیّبہ پر مشتمل فارسی میں کتاب نفحات المحبوب چھپی۔ یہ حضرت ثانیؒ صاحب اور جناب صاحبزادہ صاحب کی ہمت افزائی کا ثمرہ تھا۔

حضرت اعلیٰ کی یاد میں منڈی بہاؤالدین ضلع گجرات سے صوفی محمد الدین نے رسالہ "صوفی" کا اجرا کیا۔ جہاں تک ہماری معلومات کا تعلق ہے اس کے ۱۹۱۰ء کے پرچے میں قبلہ صاحبزادہ صاحب کا پہلا مقالہ "ذکرِ حبیب" کے عنوان سے چھپا۔ بعد میں یہ سلسلہ جاری رہا ان ایام میں اپنی نصابی تعلیم کے علاوہ رسائل و اخبارات کا مطالعہ بالالتزام کیا کرتے تھے۔ نگار، معارف، الہلال وغیرہ اردو کے متعدد رسائل باقاعدگی سے پہنچ رہے تھے شبلی نعمانی اور عبدالحلیم شرر کی تحریرات پڑھ رہے تھے۔ تاریخ سے دلچسپی تھی۔ صوفی کرم الٰہی ساکن ڈنگہ (گجرات) کی مشہور تصنیف تاریخ اسلام کا آپنے مطالعہ کیا۔ نوخیز شہزادے کے دل میں اس تمام تعلیم و تربیت اور مطالعہ کی وجہ سے کیسی کیسی آرزوئیں اور امنگیں پیدا ہوئیں، ان کا پتہ چلانا ہو تو دسمبر ۱۹۱۱ء کے رسالہ صوفی میں شائع شدہ آپ کی دعا پڑھی جائے جس میں آپ نے شوکت اسلام اور جنونِ مذہب کیلئے درگاہ رب العالمین میں عرض کرتے ہوئے تحریر فرمایا:

"اے خدا تو بڑا کارساز ہے تیرے احاطہ قدرت سے بعید نہیں کہ پھر ہماری

marfat.com

قوم میں خالدؓ جیسے جواں مرد، عمر بن عبدالعزیزؒ جیسے عادل، حضرت عمرؓ جیسے مدبّر پیدا ہوں۔ اے خدا تیری شانِ کبریائی سے دور نہیں کہ ہمارے دلوں میں بلالؓ اور اویسؓ جیسی محبت بھڑک اٹھے۔ اور تیرے حبیبؐ کی محبت کے جذبات سے ہمارا سینہ آتشِ اشتیاق سے شعلہ زن ہو۔

دیکھئے! یہ ایک سترہ سالہ نوجوان کی دعا ہے۔ اس کے تمام عناصر سے بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے کہ آپ مسلمانوں کے لئے کیا کیا چاہتے تھے۔ ہر شے سے زیادہ آپ کو جو چیز عزیز تھی وہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی آتشِ اشتیاق کا شعلۂ جوّالہ تھا!

یہ دعا دل کی گہرائیوں سے نکلی تھی۔ آپ کی ساری زندگی اس کی تفسیر ثابت ہوئی۔ فوری طور پر یہ ہوا کہ شعبان ۱۳۳۱ھ کی بارہ یا تیرہ/ جولائی ۱۹۱۳ء کی سترہ یا اٹھارہ تاریخ سے بعد کی رات آپ سوئے تو حضور سرورِ کائنات مفخرِ موجودات رحمۃ للعالمین حضرت محمد مصطفٰے احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو مدینہ منورہ طلب فرمایا حالانکہ دن کو اپنے برادرِ اصغر سید محمد مہر شاہ صاحب کے علاج کے سلسلے میں مری جانے کا پروگرام بنایا تھا۔ آپ نے صبح اٹھتے ہی سفرِ حج اختیار کرنے کا اظہار فرما دیا اور ۲ شوال المکرم ۱۳۳۱ھ / ۴ ستمبر ۱۹۱۳ء کو آپ اس مبارک سفر پر روانہ ہو گئے۔ لاہور، دہلی، جے پور کو بہ نظرِ غائر دیکھتے اور اجمیر شریف کی زیارت کرتے ہوئے بمبئی پہنچے۔ وہاں چند روز قیام کیا اور شہر کو اچھی طرح سے دیکھا۔ بحری جہاز پر سوار ہو کر آپ پورٹ سعید تشریف لے گئے۔ قاہرہ کے تاریخی مقامات اور اہرام مصر کو دیکھا۔ پھر بیت المقدس جا کر انبیائے کرام کے مزارات اور مسجد اقصٰی کی زیارت کی۔ وہاں سے بحری رستے سے دمشق تشریف لے گئے اور اس اسلامی شہر کی سیر کی اور وہاں سے حجاز ریلوے کے ذریعے مدینہ منورہ رسائی ہوئی۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اطہر پر حاضر ہوئے اور دل کی حسرتیں پوری کیں۔ اونٹوں پر درمیانی سفر طے کر کے مکہ معظمہ پہنچے، کعبۃ اللہ کے طواف سے مشرف ہوئے۔ فریضۂ حج ادا کیا۔ اور دسمبر ۱۹۱۳ء کے وسط میں آپ سفرِ حجاز

marfat.com

سے گھر مراجعت فرما ہوگئے۔

ساڑھے تین ماہ کا یہ سفر آپ کی زندگی میں بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ جس طرح موسم بہار شروع ہوتے ہی گلہائے رنگا رنگ یک لخت کھل پڑتے ہیں۔ آپ کی ذاتِ مبارک کے جملہ اوصاف عالیہ بھی اس سفر میں دفعتہً بروئے کار آگئے۔ آپ نے اپنا سفرنامہ روزنامچے کی صورت میں تحریر فرمایا ہے۔ صداقت اور حقیقت پر مبنی ایسے سفرنامے آپ کو بہت کم ملیں گے۔ اس سے پہلے آپ نے اپنے ضلع کا صدر مقام جہلم تک بھی نہیں دیکھا تھا۔ عمرِ مبارک صرف انیس برس تھی۔ اسی لئے شفقتِ پدری کی بنا پر حضرت قبلہ ثانی صاحب قدس اللہ سرہٗ نے آپ کے ساتھ ملک محمد الدین مدیر "صوفی" جیسے اشخاص روانہ کئے۔ مگر آپ کی قائدانہ صلاحیتوں کا کمال ہے آپ کے تمام ساتھی آپ کے اشارے کے منتظر رہتے تھے۔ ابتدا ہی سے آپ ان سب سے زیادہ باخبر معاملہ فہم اور مستعد ثابت ہوتے۔ اور آپ نے اس باریک بینی، بالغ نظری اور بلند خیالی سے اہم اور تاریخی مقامات کو دیکھا۔ اور تمام شہروں کے حالات کا جائزہ لیا کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ زندگی کے تمام کوائف خواہ وہ جدید تھے یا قدیم آپ کی نگاہ سے گزرے اور آپ نے ان کے متعلق نہایت ہی صائب رائے قائم کی۔ یہ امر بھی تعجب خیز ہے کہ کس طرح آپ کی روحانی استعداد کو دیکھ کر اولیائے کرام اور انبیاء علیہم السلام نے اپنے فیوض سے آپ کو نوازا۔ امیر خسروؒ کے مرقد انور پر مستانہ اور البیلی کیفیات اور تاثیرِ عشق کا غلبہ آپ نے اپنے قلب میں محسوس کیا۔ شاہ کلیم اللہ جہان آبادیؒ کے مزار پر آپ کی آنکھوں کو نور اور دل کو سرور حاصل ہوا۔ اور شاہ صاحب کی ذات کو آپ نے خدا کی ذات میں گم پایا۔ خواجہ غریب نواز اجمیری کے مزار سے انوار و تجلیات کا ایسا ظہور دیکھا کہ سارا مکان نور سے بھرا ہوا تھا۔ ایسا لطف اور سرور حاصل ہوا کہ "ذوق ایں مے نشناسی بخدا تانہ چشی"[1]۔ طبیعت کو از حد انشراح نصیب ہوا اور روح کو انبساط۔ دمشق کے صالحیہ قبرستان میں محی الدین ابن عربیؒ کے مزار پر وجدانی کیفیت طاری ہوگئی اور شیخ صاحب کی روحانی فتوحات سے

---

[1] یہ الفاظ حضور کے اپنے ہیں۔

marfat.com

استفادہ کثیر ہوا۔ تمام سفر کے دوران میں اپنے جدِّ بزرگوار حضرتِ اعلیٰ خواجہ غریبؒ نواز کے روحانی تصرفات آپ کی نگہبانی کرتے رہے۔ جلال پور شریف سے روانگی پر کشتی میں سوار تھے تو ایک پیر بھائی صدمہ مفارقت کے باعث دریا میں کود پڑا۔ دو اور درویش بھی پُرسوز قوالی سن کر وجد و رقص کی حالت میں چھلانگ لگانے کو دوڑے تو آپ نے حضور کی روح مبارک سے استدعا کی اور خطرہ ٹلا۔ اسی طرح دمشق میں شیخ کردیؒ کے مزار سے نکلے ہوئے پاؤں کو چھونے سے آپ پر ایک وحشت طاری ہوئی تو حضرتِ اعلیٰؒ سے استمداد کے بعد طبیعت بحال ہوئی۔ آپ نے اس بات کا اہتمام بھی تمام سفر میں جاری رکھا کہ جملہ اوراد و وظائف نفسانہ ہوں۔

انبیاء علیہم السلام کے مزاراتِ مقدسہ کے فیوض کا ذکر بھی ضروری ہے۔ بیت المقدس میں حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے مزار عالی پر طبیعت میں بہت ہی رقت اور درد پیدا ہوا۔ اور ان کے روحانی فیوض سے آپ نے حظِ وافر اٹھایا۔ کیوں نہ ہوتا ابوالانبیاء تھے اور توحیدِ خداوندی کے بہت بڑے داعی۔ سیدنا یوسفؑ کے مزار پر گئے تو ماہِ کنعان کی محبت خود بخود دل میں موجزن ہو گئی اور دیر تک ایک عجیب لطف سے حلاوت اندوز ہوتے رہے۔ حضرت یحیٰی علیہ السلام کے مزار پر بھی بڑی رقت طاری ہوئی۔ اور دمشق میں امہات المومنین ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ امِ حبیبہؓ اور سیدہ امِ سلمہؓ کے مزارات پر وہ نورانیت برستی دیکھی کہ سبحان اللہ۔ موذنِ رسولِ مقبول بلال رضی اللہ عنہ کے مزار مقدس پر بھی دمشق قدیم میں بہت ہی رقت طاری ہوئی اور ان کی محبت سے بے اختیار ہو کر کٹہرے کو بوسہ دیا۔ لیکن انتہا درجہ کی رقت آپ پر قاہرہ میں سیدنا حسینؓ کے سر مبارک کے مبینہ مدفن پر حاضری کے وقت طاری ہوئی اور آنسو نکل پڑے۔

بہتر ہو گا کہ اس مرحلے پر اربابِ علم اور اہل نظر ذرا اس بات کی طرف متوجہ ہوں کہ حضور صاحبزادہ صاحب کی نسبت روحانی میں بڑی جامعیت تھی۔ امیر خسروؒ کے عشق، حضرت شاہ کلیم اللہ کے مقامِ فنا و بقا، خواجہ غریبؒ نواز اجمیری کی روح مقدس کے انوار رحمت عامہ، محی الدین ابن عربی کے اسرارِ توحید مطلق، حضرت ابراہیم خلیلؑ اللہ کے مقامِ خلت سے نزول کرنے

marfat.com

والے انوارِ توحیدِ خالص، سیدنا یوسفؑ کے ذوقِ عبودیت کاملہ، سیدنا یحیٰیؑ کے کتاب اللہ سے کامل تمسک، ازواج النبیؐ کے اذواتِ مطہرہ سے شیوع پذیر انوارِ نبوت، مؤذنِ رسولِ مقبول کی بے مثال نسبتِ حضوری اور سیدنا حسینؓ کی بے عدیل صفت تسلیم و رضا سے جناب صاحبزادہ صاحب نے یکساں اکتسابِ فیض کیا۔ یہ تمام اسرار و رموز آپ اپنی تقاریر میں بڑے جذب اور کیف کے ساتھ بیان کر جاتے تھے۔ اور ساتھ ہی حسبِ حال فارسی یا اردو کے شعر بھی پڑھتے تھے۔ لیکن افسوس ہے ہمیں شعور نہ تھا۔

ان روحانی امور کے علاوہ آپ کے دل میں امتِ مسلمہ کا جو درد تھا اور آپ کے قلب میں حمیتِ ملی نے جو سیمابی کیفیت پیدا کر رکھی تھی۔ سفرنامے سے وہ بھی عیاں ہے۔ جنگ طرابلس اور محاصرۂ ادرنہ انہیں ایام کے واقعات تھے۔ غازی انور پاشا ترک جرنیل کے کارنامے لوگوں کی زبان پر تھے۔ آپ نے سفر کے دوران ان میں بڑی دلچسپی لی۔ قاہرہ میں جامع ابن عاصؓ کو عقیدت سے دیکھا کیونکہ مشہور صحابی حضرت عمر ابن العاصؓ فاتح مصر کی یاد میں کوئی ہزار سال پہلے تعمیر ہوئی تھی۔ دمشق میں آپ کو وہ واقعہ یاد آیا جب حضرت ابو عبیدہ ابن الجراحؓ اور حضرت خالدؓ بن ولید اس شہر میں فاتحانہ طور پر دو مختلف اطراف سے داخل ہوئے تھے۔ دمشق میں آپ نے حضرت ابو عبیدہ ابن الجراحؓ، حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ اور کئی صحابہ کرامؓ کے مزارات مقدسہ دیکھے اور مسلمانوں کی فاتحانہ یلغاریں نگاہوں کے سامنے پھر گئیں۔ صلیبی جنگوں کے مجاہدِ کبیر سلطان صلاح الدین ایوبیؒ کے مزار پر ان کی روح سے آپ نے استعانت کے لئے دعا مانگی اور کہا درگاہِ الٰہی میں ان کو جو تقرب حاصل ہے اس کے وسیلے سے للہ مسلمانوں کے مفتوحہ ملک واپس دلا دیں۔ ہندوستان میں انگریزوں نے مچھلی بازار کان پور کی مسجد میں مسلمانوں پر گولی چلا دی تھی۔ بڑا دردناک واقعہ تھا۔ حجاز ریلوے میں سفر کرتے ہوئے اس کے متعلق آپ نے ایک درد انگیز نظم لکھی اور مدینہ منورہ میں حاضر ہو کر بارگاہ نبویؐ میں پیش کی۔ گویا مسلمانوں کا حال اور ماضی آپ کی نگاہوں میں پھر رہا تھا۔ اور اس لئے ملت کا موجودہ حالِ زار آپ نے اس

marfat.com

مقامِ ارفع داعلیٰ پر جا پہنچا جو زمین اور آسمان کے درمیان مسلمانوں کیلئے واحد دارالامان ہے گنبدِ خضرا پر حاضری کے لئے آپ کو جلال پور شریف سے طلب کیا گیا تھا اور بمبئی سے روانگی کے بعد سمندر کی تنہائیوں میں ہر بات کو بھلا کر حضور رحمۃ للعالمینؐ کی یادیں آپ کبھی اپنے لکھے ہوئے نعتیہ شعر گنگناتے تھے اور کبھی کہتے جو کشش سلمانؓ کو فارس، صہیبؓ کو مصر اور بلالؓ کو حبش سے کھینچ کر کوئے حبیبؐ میں لے گئی تھی۔ وہی بڑے دل نواز انداز میں ہمیں بھی وہاں لے جارہی ہے۔ اس لئے گنبدِ خضرا کے سامنے آپ کے قلب و روح کی جو کیفیت ہوئی ہوگی وہ بیان سے باہر ہے۔ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب فرزند تھے۔ اور جن لوگوں نے کتاب "سیرت النبیؐ بعد از وصال النبیؐ"[1] کا مطالعہ کیا ہے اور انہیں علم ہے کہ آنحضور (روحی فداہ) کا جسدِ نورانی اپنے عزیزوں اور نیازمندوں کو ساعتِ وصال سے لے کر اب تک کس طرح خواب یا عالم بیداری میں اپنے جلووں سے نوازتا چلا آرہا ہے اور کلامِ سحر البیان سے بھی فردوسِ گوش بنتا ہے وہ اپنی چشمِ تصور سے ان عنایات کا مشاہدہ کرنے کی کوشش کریں جو ہمارے مخدوم صاحبزادہ صاحب پر ہوئی ہوں گی۔ ان کے مدارجِ روحانی کو کس طرح فلک الافلاک سے بھی زیادہ بلندی عطا کی گئی ہوگی اور ان کے دلِ دردمند کی ایک ایک بات کو کس طرح شرف پذیرائی بخشا گیا ہوگا۔ آپ کے سارے سفرنامے کو اس نقطۂ نگاہ سے ایک بار پھر پڑھیں۔

سفرِ حج کے دوران میں آپ کے زورِ خطابت اور اسلوبِ بیان کا کمال بھی نگاہوں کے سامنے آیا۔ سفرنامہ آپ کے اسلوبِ بیان کا زندہ شہکار ہے۔ اور جب آپ مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ کی طرف اونٹوں پر سفر کررہے تھے اور اونٹوں کے مالک حرصِ مال کی بنا پر بگڑ کر آپ کے "قافلہ پر حملہ کرنا چاہتے تھے تو آپ نے عربی زبان میں ایسی اثر انگیز تقریر کی کہ وہ نادم ہو کر معافی کے خواستگار ہوئے۔ زندگی میں یہ آپ کی پہلی تقریر تھی۔ اور ہاں وہ خوش بخت انسان جس نے سب سے پہلے آپ کے دستِ حق پرست پر بیعت کی وہ بھی ادھر کا درویش نامی ملاح تھا۔

---

[1] یہ کتاب ۱۹۷۹ء میں بڑی تحقیق کے بعد عبدالمجید صدیقی نے لاہور سے طبع کرائی ہے۔ اس میں مسلمہ بزرگان کے ذاتی تجربات بیان ہوئے ہیں۔

marfat.com

حضور سرور عالم ﷺ کے دربار دربار کی حاضری کے وقت جن انوار و تجلیات کی آپ پر برسات ہوئی وہ بیان سے باہر ہے۔ تاہم آخری بار روضۂ اطہر پر حاضر ہو کر جب اجازت حاصل کی تو آپ پر عجیب و غریب کیفیات طاری تھیں۔ اس طرح معلوم ہوتا تھا کہ جیسے اس کم سن مگر باہمت صاحبزادہ والا گہر مدظلہ العالی کے سپرد کوئی اہم کام کیا جا رہا تھا۔ ملک محمد دین صاحب ''مدیر صوفی'' ذکر حبیب میں رقمطراز ہیں کہ سفر حج میں انہوں نے کئی خوارق عادات دیکھے۔ مگر قبلہ صاحبزادہ صاحب مدظلہ العالی نے ان کو معرض تحریر میں لانے سے روک دیا۔ غالباً مصلحت یہ تھی کہ حضور کی مبارک عملی زندگی ان اسرار کی تفسیر بنے۔

سفر نامہ کے علاوہ آپ کے اسلوب بیان کا زندہ شاہکار آپ کی تصنیف کردہ کتاب ''حزب اللہ'' ہے۔ جو انداز بیان کے لحاظ سے نہایت ہی شگفتہ اور جاذب نظر ہے۔ اردو زبان میں شاید ہی کوئی کتاب اس کے ہم پلہ ہوگی۔ اس دور میں ابوالکلام آزاد اور ظفر علی خان کی زبان بڑی پر زور، بڑی فصیح و بلیغ، شگفتہ اور معنی خیز تصور کی جاتی تھی۔ لیکن ان خوبیوں کے اعتبار سے اس مبارک کتاب کا انداز ہی کچھ اور ہے۔ مطالب و معانی کے لحاظ سے اس کتاب میں وہ سب کچھ ہے جو احیائے اسلام کے لئے اس وقت کے راہبر کہہ رہے تھے۔ لیکن اس میں جو تاثیر ہے، اسلام کے ماضی کا جو شدید احساس اس میں موجود ہے، شاندار مستقبل کی جو نوید اس کے اندر پائی جاتی ہے اور پھر اس میں جو پاکیزہ روح کارفرما ہے وہ ادھر ادھر نظر نہیں آتی۔ اختصار کے باوجود یہ کتاب ایک مکمل دستور العمل ہے۔ مزید برآں آپ نے بے حد کوشش کی اور کئی دفعہ اس بات پر آمادگی کا اظہار بھی فرمایا کہ حضرت محبوب سبحانی رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح حیات خود تحریر کریں۔ مگر ہر موقع پر کوئی نہ کوئی مانع حائل اور سدّراہ ہوتا رہا۔ اور کثرت مشاغل و عدیم الفرصتی نے پیچھا نہ چھوڑا۔ اور ساتھ ہی چند عوارض و اسقام ملحقہ نے بھی آپ کی طبیعت مبارک کو پریشان بنائے رکھا جس کی بناء پر آپ اس مبارک ارادہ کی تکمیل نہ فرما سکے۔ اور بالآخر ملک محمد دین ایڈیٹر ''صوفی'' نے جب یہ خواہش ظاہر کی کہ وہ خود کتاب کی تالیف و تصنیف پر آمادہ کار ہیں تو آپ بطیب خاطر و رضا و رغبت ان کو اجازت عطا فرمائی۔ کیونکہ یہ سعادت ابدی ازل سے ان کے مقدر میں لکھی تھی۔ چنانچہ انہوں نے اس کتاب کو جس فرض شناسی سے تالیف فرمایا وہ بیان سے باہر ہے۔ اور جناب قبلہ صاحبزادہ حضرت پیر سید محمد فضل شاہ صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ نے بڑی عقیدت اور نیازمندی

marfat.com

روشن کریں گے علم سے ایسے چراغ ہم ❋ بجھ بھی گئے اگر تو اجالا نہ جائے گا

آستانہ عالیہ جلالپور شریف کے زیر اہتمام

تعلیم و تزکیہ کی معیاری درسگاہ' دینی و عصری تعلیم کا حسین امتزاج

جامعہ حیدریہ فضل العلوم

گزشتہ کئی سال سے تشنگان علم و حکمت کی پیاس بجھانے میں مصروف عمل ہے

داخلہ: ← داخلہ ہر سال مڈل کے نتائج کے بعد ہوتا ہے۔
دوران سال بالعموم داخلہ نہیں ہوتا۔

نصاب تعلیم: علوم جدیدہ: ← میٹرک' ایف اے' کمپیوٹر سائنس' بی اے' ایم اے

علوم دینیہ: ← ادیب عربی' عالم عربی' فاضل عربی اور دورہ حدیث

جامعہ کی نمایاں خصوصیات

- اسلامی ضوابط کے تحت معیاری تربیت' منفرد نصاب' پاکیزہ اور سنجیدہ ماحول
- ہم نصابی سرگرمیوں پر خصوصی توجہ
- مفت تعلیم و تربیت کا بہترین نظام
- بلند معیار تعلیم' معیاری لائبریری اعلیٰ تعلیم یافتہ' باکردار اور مہذب سٹاف
- شفاف و پرسکون فضاء
- بہترین عمارت اور ڈسپنسری

الداعی الی الخیر

پرنسپل جامعہ حیدریہ فضل العلوم

جلالپور شریف ضلع جہلم۔ فون: 0458-786001

marfat.com

سے حضرت اعلیٰ کے حالات، ملفوظات اور کرامات پر مشتمل ذکر حبیب کے نام سے ایک ایمان آفریں روح پرور اور بصیرت افروز کتاب طبع کرائی۔ جس کا مقدمہ کوثر و تسنیم سے دھلی ہوئی اردو زبان میں آپ نے خود لکھا۔

زمانے کے حالات روز بروز نہایت ہی اندوہناک صورت اختیار کر رہے تھے۔ جنگ عالمگیر اوّل (۱۹۱۴ء — ۱۹۱۸ء) میں ترکوں کو شکست ہوئی تھی اور خلافتِ عثمانیہ کا خاتمہ ہو گیا۔ ہندوستان بھر کے مسلمان بے حد مضطرب ہوئے۔ پھر انگریزوں کی دسیسہ کاریوں سے شریف مکّہ کی حکومت کا خاتمہ ہوا۔ اس کی جگہ سلطان عبدالعزیز ابن سعود والیِ نجد و حجاز بنے۔ حجاز میں مزارات مقدسہ کی بے حرمتی ہوئی اور مسلمانان ہند کے درد و کرب کی انتہا نہ رہی۔ باغ جلیانوالہ امرتسر میں ایک انگریز جرنیل نے بے دردی سے گولی چلائی اور سینکڑوں مسلمان اور ہندو ہلاک اور مجروح ہوئے۔ اس کی وجہ سے کانگرس نے ترک موالات کی تحریک چلائی۔ علی برادران نے تحریک خلافت پہلے چلا رکھی تھی۔ ان دونوں تحریکوں کا آپس میں تعاون ہو گیا اور ہندوستان میں گویا آگ لگ گئی۔ ۱۹۲۱ء میں مالابار کے موپلا مسلمانوں پر انگریزوں نے سخت مظالم کئے۔ افغانستان میں انگریزوں نے سازش کر کے ۱۹۲۹ء میں جوان ہمت اور بلند نظر حکمران امیر امان اللہ خان کی حکومت کا تختہ الٹ دیا۔ اور ادھر اندرون ہند سوامی شردھانند نے شدھی تحریک شروع کر دی تھی، اور راجپوت مسلمانوں کو ہندو بنانا شروع کر دیا تھا۔ عیسائی پادری بھی عرصہ سے مسلمانوں کو عیسائی بنانے میں لگے ہوئے تھے۔

ان تمام زہرہ گداز حالات کو دیکھ کر حضرت ابوالبرکات تڑپ اٹھے۔ آپ نے تحریکِ خلافت کا ساتھ دیا اور جلسوں میں شامل ہوئے۔ موپلوں کے ساتھ شریکِ غم ہوئے۔ ہندوستان میں رہتے ہوئے امیر امان اللہ خان کے ساتھ واضح الفاظ میں اظہارِ ہمدردی کیا۔ راجپوتوں کو شدھی سے بچانے کے لئے آگرہ گئے جو شدھی تحریک کا مرکز تھا۔ اور اس کے ساتھ مزید عملی اقدامات بھی کئے۔ تبلیغ اسلام کی خاطر جب ۲۹، ۳۰ دسمبر ۱۹۲۹ء کو تمام مسلمانانِ ہند کی طرف سے لاہور میں جلسہ منعقد ہوا تو آپ صدر تھے۔ آپ نے ان تمام حالات پر جن الفاظ میں تبصرہ فرمایا وہ اس قابل ہیں کہ انہیں

marfat.com

یہاں دہرایا جائے۔ آپ نے ارشاد فرمایا:

"آسمان سے جتنی بلائیں نازل ہوتی ہیں دنیا میں جتنی مصیبتیں اُترتی ہیں، جہان بھر کی جتنی لعنتیں برستی ہیں، آج کل خانہ انوری کی طرح ان سب کا مہبط و مورد خانہ مسلم ہے۔"

لیکن آپ نہ تو مولانا محمد علی جوہر کی طرح گاندھی سے تعاون کرنا چاہتے تھے۔ نہ ابوالکلام آزاد کی طرح ہندو کانگرس میں شامل ہونا چاہتے تھے اور نہ ہی مولانا حسین احمد مدنی کی طرح ہندوؤں کے انداز میں وطن پرست بننا چاہتے تھے، کیونکہ آپ کی نگاہ کے سامنے ہندوؤں کے عزائم واضح تھے۔ ہندو یہاں برصغیر میں رام راجیہ چاہتے تھے اور آپ مسلمانوں کو اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ کا مصداق دیکھنا چاہتے تھے۔

اس وقت مسلمانوں کے سیاسی، معاشی اور معاشرتی حالات المناک تھے۔ ان سے حکومت چھیننے کے بعد انگریز نے انہیں بُری طرح مفلوج کر کے رکھ دیا تھا۔ تعلیمی لحاظ سے وہ پسماندہ تھے، معاشی اعتبار سے مفلوک الحال تھے، اور معاشرتی نقطہ نگاہ سے فرقہ بندی اور تشتّت کا شکار ہو چکے تھے۔ سیاست کا اول تو انہیں شعور ہی نہیں تھا اور اگر کچھ تھا تو ان کی دوڑ دھوپ خدمتِ سرکار تک محدود تھی۔ اور ان میں جو خواص تھے وہ گاندھی جی کی مہاتمائیت کے دام میں پھنس چکے تھے۔ آزادیٔ کاملہ کا تصور تک ان کے ذہن میں نہیں آتا تھا۔ الٹا ان کے کانوں تک یہ آواز پہنچائی جا رہی تھی کہ انگریز کی وفاداری ہر طرح واجب ہے اور اب جہاد کا زمانہ نہیں رہا۔ چونکہ انگریز نے آتے ہی مسلمانوں کے شاندار نظامِ تعلیم کو معطل کر کے رکھ دیا تھا۔ اس لئے اعلیٰ درجے کے علماء تقریباً مفقود ہو چکے تھے اور تبلیغ کا کام صرف شہروں میں ہوتا تھا۔ دیہات کو نظر انداز کیا جاتا تھا۔ صوفیاء کی مجالس میں بھی اِلّا ماشاءاللہ اب گرمیٔ عشق نہیں رہی تھی۔ گویا مسلمان خاک کا ڈھیر بن چکے تھے۔

حضرت قبلہ ابوالبرکات سید محمد فضل شاہ صاحب اپنی غیر معمولی روحانیت، عظیم ذہنی اور

marfat.com

فکری اہلیت، بے پناہ زورِ خطابت اور صاعقہ افگن قوتِ تحریر سے کام لے کر مسلمانوں کی مردہ قوم کو از سرِ نو زندہ کرنا چاہتے تھے۔ وہ عام اہلِ فکر کی طرح خلوت نشین نہیں رہنا چاہتے تھے بلکہ جلوت میں آکر مسلمانوں تک اللہ کا وہ پیغام پورے جوشِ جہاد کے ساتھ پہنچا دینا چاہتے تھے جس نے قرونِ اولیٰ میں ایک ایسی قوم کو بے مثال حرکت و عمل کا عطیہ دیا تھا۔ جس کا اقوامِ عالم میں کوئی نام تک نہیں لیتا تھا۔ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح انہیں بیک وقت انگریز اور ہندوؤں دونوں کے چنگل سے نجات دلانا چاہتے تھے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح قم باذن اللہ کہہ کر انہیں حیاتِ تازہ کی نعمتوں سے مالا مال کرنا چاہتے تھے۔ ان کے سینے میں جو درد تھا وہ انہیں چین سے بیٹھنے نہیں دیتا تھا۔ وہ سوچتے تھے محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے نام لیوا دنیا میں کیوں ذلیل و رسوا ہوں، کیوں نہ اپنی عظمتِ رفتہ کو وہ پھر حاصل کر لیں۔

چنانچہ للہیت کے عجیب و غریب جذبے کے ساتھ انھوں نے ۱۹۲۷ء میں حزب اللہ کے نام سے ایک عظیم تحریک کا آغاز کیا۔ اس کے قواعد و ضوابط مرتب کئے، اس کا لائحہ عمل تیار کیا۔ اس کی توضیح کے لئے رسالہ حزب اللہ لکھا، جسے اب بھی پڑھا جائے تو جوشِ عمل سے وجود لبریز ہو جاتا ہے۔ جلالپور شریف اس تحریک کا مرکز قرار پایا۔ تمام نے بالاتفاق آپ کو امیر حزب اللہ بننے کی درخواست کی اور پھر اہلِ عالم نے اپنی آنکھوں سے وہ نظارہ دیکھا جسے فقرِ اسلامی کا ایسا رزمیہ کارنامہ کہا جائے جو تاریخِ عالم میں بدیع المثال ہے تو بجا ہے۔ رزم ہمت و شجاعت، پامردی اور استقلال، بلند نظری اور عالی ظرفی، بے غرضی اور بے نفسی، انسان پروری اور انسان نوازی، شرافت آموزی اور تہذیب دوستی کی داستان ہوا کرتی ہے۔ لوگوں نے توقوتِ متخیلہ کے زور سے لکھی ہوئی ایسی داستانیں پڑھی ہوں گی۔ مگر ہم نے اپنی آنکھوں سے ایک عظیم رزمیہ داستانِ حقیقی کو انہی فضاؤں میں تکمیل پذیر ہوتے دیکھا۔ ہزارہا لوگ اب بھی ایسے موجود ہیں جو یہاں قلم سے نکلے ہوئے ایک ایک لفظ کی تائید کریں گے۔ قارئین کرام جنہوں نے حضور کے بچپنے سے لے کر اب تک کے حالات پڑھے ہیں اور حضور کی شخصیتِ مبارکہ کو

marfat.com

سمجھنے کی کوشش کی ہے وہ بھی صاد کریں گے کہ ایسا ہونا بالکل ممکن ہے۔

حضورِ قدآدم مطبوعہ اشتہار تمام علاقوں میں پہنچا دیا کرتے تھے۔ جس میں دورے کا پروگرام درج ہوتا تھا۔ اس میں قمری۔ انگریزی اور دیسی مہینوں کی تاریخیں اور ساتھ ہی دن بھی لکھے ہوتے تھے۔ تین تین ماہ کا دورہ ہوتا تھا۔ پنجاب، کشمیر، سرحد اور سندھ کے دیہاتی مقامات ہوتے تھے۔ اور حضور اپنے ساتھیوں کے ساتھ ہر مقام پر وقت مقررہ پر پہنچ جاتے تھے۔ بادوباراں سردی، گرمی، دریا، صحرا، پہاڑوں کی چوٹیاں اور سطح مرتفع کے کٹے پھٹے رستے آپ کے پروگرام میں حائل نہیں ہو سکتے تھے۔ کئی بار حادثات بھی ہُوئے مگر آپ نے منتظر ہجوم کو مایوس نہ ہونے دیا لگاتار تیس سال سے زیادہ عرصہ تک ان علاقوں میں رہنے والوں نے پابندیٔ اوقات اور جوان ہمتی کے اس فقید المثال کارنامے کو آنکھوں سے دیکھا۔ بڑے جوش وخروش سے آپ کا استقبال کیا اور کان دھر کر آپ کی پُرجوش خطابت کو سنا۔ سائبان ہوتا یا کھلا میدان، سٹیج موجود ہوتا یا یونہی مٹی کا ایک ڈھیر، کرسی پر بیٹھ کر آپ اپنا دردِ دل بیان کرنا شروع کر دیتے تھے۔ آیاتِ قرآنی، حدیثِ نبویؐ، فارسی، اردو اور عربی کے اشعار جوش انگیز لَے سے پڑھ کر آپ حمیّتِ ملی کا درس دیتے، شاندار ماضی کے واقعات بیان فرماتے، روشن مستقبل کی امید دلاتے۔ اتحاد و اتفاق کی تلقین کرتے۔ جہاد کی اہمیت، ضرورت اور حیات پروری کا ذکر ہوتا۔ اور احکم الحاکمین کے مخلص اور وفادار بندے بننے کی تعلیم دیتے۔ کاش اس زمانے میں ٹیپ ہوتے اور آپ کی ایمان افروز اور جوش پرور فصیح وبلیغ تقاریر کو ریکارڈ کیا جا سکتا۔ ہم کتنا گراں قدر تاریخ آفرین ذخیرۂ خطابت کھو بیٹھے ہیں۔ آپ کا مقصدِ حیات حکومتِ الٰہیہ کا قیام تھا۔ آپ نے ہر جگہ نماز روزہ کی پابندی اور دین وشریعت کے احکام کی ترویج کا انتظام کیا۔ ساتھ ساتھ آپ نے رسم ورواج کی اصلاح بھی کی۔ معاشی فلاح کی طرف بھی توجہ دی، حزب اللہ کے رضا کار بھرتی کئے۔ یہی رضا کار حزب اللہ کے سالانہ جلسے اور عرس مبارک میں شمولیت کے لئے ہر سال اطراف واکناف سے رجز خوانی کرتے ہُوئے آتے تھے تو فضاؤں میں گونج پیدا ہو جاتی تھی۔

marfat.com

جلال پور شریف میں وردی پہنے اور تلوار لٹکائے ہزاروں رضا کاروں کی پریڈ کا منظر بھی دیدنی ہوتا تھا۔ ذرا غور فرمائیں حضور کے دلِ گرم اور بے پناہ قوتِ عمل کی وجہ سے تمام معاشرے میں عجیب وغریب بامقصد حرکت پیدا ہوگئی تھی اور دین اور شریعت کو نئی زندگی نصیب ہوئی۔

حزب اللہ کے سالانہ جلسے میں ۵، ۶ جمادی الثانی کی درمیانی رات کو ہزارہا حاضرین کے سامنے آپ عام طور پر لکھا ہوا خطبۂ صدارت ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ اس میں آپ حزب اللہ کی رفتارِ کار، حالاتِ زمانہ، ملتِ اسلامیہ کو درپیش مسائل اور آئندہ کے طریقِ کار کا ذکر فرماتے تھے۔ اپنے خطبات میں جنگِ عالمگیر دوم (۱۹۳۹ء-۱۹۴۵ء) کی رفتار اور اس کے اثرات اور نتائج کے متعلق بھی آپ سال بہ سال تبصرہ فرماتے تھے اور اچھے اچھے اہلِ نظر آپ کی بصیرت کو دیکھ کر رطب اللسان ہوا کرتے تھے۔ آپ اپنے خطبات چھپوا کر اگلے دورے کے وقت ہر مقام پر تقسیم فرمایا کرتے تھے۔ اور اس طرح اراکین اور رضا کاران حزب اللہ کی تربیت کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔ قیامِ حزب اللہ کے وقت سے ان علاقوں میں جو کچھ ہوا اس کی وجہ سے لوگوں کی ذہنیتوں میں حیرت انگیز انقلاب پیدا ہوگیا۔

۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کو منٹو پارک لاہور میں جہاں مینارِ پاکستان تعمیر کیا گیا ہے مسلم لیگ کا تاریخی اجلاس منعقد ہوا اور قائداعظم محمد علی جناح کی صدارت میں قراردادِ پاکستان منظور ہوئی۔ حضرت امیر حزب اللہ ۱۹۲۷ء سے مسلمانوں کی آزاد مملکت کے لئے بڑی اولوالعزمی سے زمین تیار کر رہے تھے۔ یہ گویا آپ کے خوابوں کی تعبیر تھی۔ اس لئے تحریک پاکستان کے ساتھ آپ نے غیر مشروط تعاون کا اعلان فرما دیا۔ اور اپنی مساعی کو تیز کر دیا۔ آپ نے اس بات کا بھی اعلان فرما دیا کہ پاکستان کا مقصدِ وحید حکومتِ الٰہیہ کا قیام ہے۔ ہندو اور سکھ مخالفت پر تُل گئے آپ نے انہیں دندان شکن جواب دیئے۔ ماسوا اللہ سے مکمل انقطاع اور اللہ کے دامنِ عافیت میں پناہ لینے کا پیغام ان فیصلہ کن سالوں میں آپ نے جس بلند ہمتی سے دیا اس کی مثال صرف قرونِ اولیٰ سے مل سکتی ہے۔ ۱۹۴۶ء میں انتخابات ہوئے اور جس مجاہدانہ سرگرمی سے کام لے

marfat.com

کر آپ نے مسلم لیگ کے امیدواروں کو کامیاب کرایا۔ اس کا ذکر تاریخ پاکستان میں جلی عنوان سے ہونا چاہیے۔ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کو ہر شئے سے افضل اور برتر سمجھنے کی وجہ سے آخر ۱۴/ اگست ۱۹۴۷ء کو مسلمانوں کو پاکستان کا آزاد اسلامی ملک مل گیا۔ تخلیق پاکستان میں آپ کا حصہ اس قدر وقیع ہے کہ مشایخ اور علماء میں سے کوئی بھی آپ کی ہمسری نہیں کرسکتا۔ بلکہ حزب اللہ کا عامی سے عامی رکن اب تک کہ رہا ہے کہ بفضلہ تعالیٰ پاکستان حضرت امیر حزب اللہ کی ان تھک کوششوں کا ثمرہ ہے۔ حزب اللہ کی تمام مصروفیتوں کے باوجود آپ نے ہندوؤں سے طویل مقدمہ کے بعد جامع مسجد کے لئے زمین حاصل کی اور پھر اس میں وسیع و عریض مسجد تعمیر کرائی اس کے مینار آپ کی رحلت کے باعث نامکمل رہ گئے۔

قیام پاکستان کے بعد یکم دسمبر ۱۹۶۶ء تک آپ اس دنیا میں رہے۔ لیکن آپ عمال حکومت کی کارکردگی سے مطمئن نہیں تھے۔ ملتِ اسلامیہ جن مسائل سے دوچار ہوئی آپ بدستور اپنی مومنانہ بصیرت سے کام لے کر رہنمائی فرماتے رہے۔ آپ نے اپنی حیاتِ مستعار میں امتِ مسلمہ کے لئے صلاح الدین ایوبی اور جمال الدین افغانی والا کارنامہ انجام دیا۔ ہندوؤں نے حیدر آباد دکن اور جوناگڑھ پر قبضہ کرنے کے علاوہ کشمیر کو غصب کرنا چاہا تو جہادِ کشمیر میں حصہ لینے کے لئے آپ نے اپنے رضاکار روانہ کئے۔ بعض علماء اس وقت بھی اس طرح فقہی موشگافیاں کرتے رہے۔ جس طرح کم نظری کی بنا پر تحریک پاکستان کے دوران میں انھوں نے کی تھیں۔ مگر آپ نے واشگاف الفاظ میں فرمادیا۔ جس کی شمشیر اسی کا کشمیر۔ ۱۹۵۸ء میں آپ پر فالج کا حملہ ہوا۔ زندگی بھر کی مسلسل تگ و دَو اور مختلف جسمانی عوارض کے باعث آپ کمزور ہوگئے تھے اور دوروں میں کئی سالوں سے لاری کے سفر کے بعد نیازمند آپ کو پالکی میں بٹھا لیا کرتے تھے۔ اور عجیب ذوق و شوق سے گیت گاتے جھومتے ناہموار راستوں پر اٹھا کر لے جایا کرتے تھے۔ آپ کے ولولوں میں کوئی کمی نہ آئی۔ اس موقع پر ہم علیٰ وجہ البصیرت کہہ سکتے ہیں کہ جسمِ مبارک میں نقاہت ضرور پیدا ہوئی اور آپ کے لئے ہاتھ پاؤں کو ہلانا یا زبان سے کلمات کا ادا کرنا سخت مشکل ہوگیا۔ مگر

marfat.com

آپ کی روحانی استعداد میں بڑی توانائی کا ظہور ہوا۔ مدارج فقر میں بیش از بیش اضافہ ہوا۔ اور اللہ تعالٰے کی جناب میں آپ بلند مناصب قرب پر فائز ہوتے۔ فالج کے بعد بھی فطانت و ذہانت اپنی اصلی حالت میں رہی۔ آپکے دورے جاری رہے۔ لیکن آپ سابقہ باقاعدگی ممکن نہ تھی۔ نومبر ۱۹۶۳ء کے دورے کا ذکر آپ کی کتاب "امیرِ حزب اللہ" میں موجود ہے۔

انبیائے کرام میں سیرت و شخصیت کی نہایت ہی متوازن جامعیت حضور ختمی مرسلت صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک ذات کے سوا اور کہیں نظر نہیں آتی۔ حضور اقدس کی ذات میں انسانیت کے معراج کا صحیح معنوں میں ظہور ہوا۔ اُدھر مقام قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنیٰ پر بالبصر رویت باری تعالیٰ کا شرف حاصل ہوا۔ اور ادھر پیٹ پر پتھر باندھے کدال ہاتھ میں لئے آنحضور نے خندق کھودی جنگوں میں قیادت فرمائی، امور مملکت انجام دیئے۔ اور تمام دنیوی معاملات میں دوسرے لوگوں کی طرح حصہ لیا۔ راقم سطور نے ہند اور بیرونِ ہند کے اولیاء اللہ کے حالات کا وسیع مطالعہ کیا ہے۔ ان بابرکت بزرگوں میں حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مبارکہ کی اس جامعیت کا فیض جس انداز میں حضرت ابوالبرکات سید محمد فضل شاہ صاحب کے وجود مسعود میں نگاہوں کے سامنے آتا ہے وہ نادرات میں سے ہے۔ آپ کی امیرانہ شان و شوکت کو دیکھ کر باور کرنا مشکل تھا۔ کہ آپ کمالِ فقر کے بھی مالک ہیں۔ آپ کو سیاسی امور میں بھرپور حصہ لیتے دیکھ کر کوئی بھی نہیں کہہ سکتا تھا کہ آپ باقی رہبرانِ طریقت کی طرح اپنے نیازمندوں کی باقاعدہ روحانی تربیت فرما رہے ہیں۔ اور ان کی قلبی کیفیات سے اس طرح باخبر ہیں، گویا ہر وقت کا ساتھ ہے۔ حالاتِ عالم پر اس طرح تبصرہ فرماتے تھے کہ معلوم ہوتا تھا بین الاقوامی حالات کی باریکیوں کو عمدگی سے سمجھتے ہیں۔ فطرتِ زمانہ کو دیکھ کر صحیح پیش گوئی فرماتے تھے۔ اور نہایت ہی مناسب راہِ عمل تجویز فرمایا کرتے تھے۔ جب آپ نکاتِ دینی کو منکشف فرماتے تو واضح ہو جاتا تھا کہ تفسیر و حدیث، فقہ اور باقی علوم اسلامی پر آپ کو مکمل عبور حاصل ہے۔ تقریر تھی تو جادو اثر، اور تحریر تھی تو فصیح و بلیغ۔ آپ کے اسلوب میں بلاغت بھی ہے اور

marfat.com

علمیت بھی، جمالیاتی محاسن بھی ہیں اور پرلے درجے کی تاثیر بھی، تاریخ اور اس کے فلسفہ سے آگاہی بھی محیر العقول ہے اور قائدِ تحریک اور مرشد کامل کی حیثیت سے آپ کے اخلاق میں مقناطیسی کشش بھی حیرت انگیز ہے۔ بیک وقت اس قدر غیر معمولی خوبیاں اور ان میں اس قدر توازن اور کامل ہم آہنگی کہ ہر ایک اپنی اپنی جگہ پر آپ کی شخصیت کو بے حد دلکش بنا دیتی تھی۔ قصہ کوتاہ اولیاء اللہ میں آپ دُرِ یگانہ تھے۔ آپ کی سیرت و کردار میں توانائی کسی حد تک والدہ ماجدہ کی طرف سے ودیعت ہوئی تھی۔ مگر اس غیر معمولی توانائی کو بروئے کار لانے والا جذبۂ بلند سر تا سر اپنے مقدس آباؤ اجداد کی طرف سے عطا ہوا تھا۔

آپ نے ساری عمر اپنے آپ کو فقیر ابوالبرکات لکھا۔ یعنی ہر ایک پر بار بار واضح کیا کہ آپ کی اصل حیثیت صاحبِ فقر کی ہے۔ آپ کے فقر نے اپنے جلوے کس طرح دکھائے اس سلسلہ میں چند ایک واقعات کا ذکر کر دینا مناسب ہوگا۔ تحریک حزب اللہ کے ابتدائی ایام میں حضور نے ازراہِ نوازش ضلع جھنگ کے صوفی خضر حیات کی دعوت منظور فرمائی۔ چند تیز طبع بے خبر مولوی صاحبان نے مسجد میں نمازِ جمعہ جلد ادا کرا دی۔ حضور شامل نہ ہو سکے۔ صوفی صاحب کو صدمہ ہوا۔ اور مولوی صاحبان سے جھگڑ پڑے۔ صدمے کے باعث آنسو تھمتے نہ تھے۔ اسی حال میں حضور کی قیام گاہ میں بعد از نمازِ عشاء دری پر لیٹ گئے۔ آنکھ لگ گئی اور تمام رات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محفلِ قدس میں گزری۔ ۱۹۴۵ء میں راقمِ سطور مٹھہ ٹوانہ ضلع سرگودھا میں تھا۔ سید سیدن شاہ صاحب ساکن پنڈ سوکہ (جہلم) ایک بزرگ پیر بھائی وہاں ڈاکٹر کے پاس آنکھیں بنوانے گئے۔ انھوں نے بتایا کہ حضرت ابوالبرکات ایک روز جلال پور شریف میں اپنے سجادہ پر جلوہ افروز تھے۔ آپ نے فرمایا شاہ صاحب لنگر شریف کی شرقی مسجد میں جائیں شاہ صاحب وہاں حاضر ہوئے تو سبحان اللہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم مجلس آرا تھے اور حضرت ابوالبرکات بھی وہاں موجود تھے۔ راولپنڈی میں ایک بار دوسرے پیر بھائیوں کے ساتھ یہ ناچیز بھی حضور کی خدمت میں حاضر تھا اور دل میں کہہ رہا تھا اذا تم الفقر فهو الله۔ حضور اچانک

marfat.com

بندہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: "تیرا اعتقاد درست ہے"۔ ۱۹۶۳ء میں بلوکے مقام پر ایک عبادت گزار خاتون کو آپ نے حضرت شیخ شکر گنج کے پنجابی میں اس ذکر کی مداومت کرنے کی تلقین کی۔ "اول توں آخر توں توہیں توں" یہ ذکر اطلاقی تھا۔ وحدت الوجود کا مسئلہ بھی آپ کو مرغوبِ خاطر تھا۔ اور کسی باخبر صاحب سے ملاقات کا اتفاق ہوتا تو لطف لے کر تبادلہ خیالات فرماتے تھے۔ اکابر چشتیہ[ل] کا یہی مسلک ہے۔ ایک موقع پر حافظ نذر حسین شاہ فاروقی سے استفسار فرمایا، مقصدِ حیات کیا ہے؟ انھوں نے عرض کیا "توحید تنزیہی"۔ آپ نے فرمایا "آفرین"۔ وصال کے بعد خواب میں حافظ صاحب کو فرمایا "ہمارے پاس جلال پور شریف آئیں"۔ انھوں نے رات روضہ شریف میں گزاری اور حضور نے اپنی قبر مبارک پر بیٹھ کر اس طرح زیارت کرائی اور گفتگو فرمائی جس طرح وصال سے پہلے نوازش فرمایا کرتے تھے۔

محض رضائے الٰہی کی خاطر اور امتِ مسلمہ کے ترفع کیلئے آپ نے مدت العمر زمانے کے اٹھائے ہوئے تمام طوفانوں کا اس بے جگری اور پامردی سے مقابلہ کیا کہ ان میں سے کامیابی سے گزرنے کی وجہ سے فنا فی اللہ کے بعد آپ بقا باللہ کی منزل پر فائز ہوئے۔ اسی لئے کرامات اور تصرفات کا یہ عالم تھا کہ جس پیر بھائی کو چھیڑ دیں وہ اپنی داستانِ عقیدت و تشکر ختم نہ کرے گا۔ بلکہ راقم سطور تو یہ کہے گا۔ حضور کی ساری زندگی، حضور کا ایک ایک واقعہ، ایک ایک بات اور ایک ایک لفظ خوارقِ[ٹ] عادات میں سے ہے۔

سال وصال اوپر درج کیا جا چکا ہے۔ قمری لحاظ سے تاریخ ۷ شعبان ۱۳۸۶ھ تھی۔ جمعرات کا روز تھا۔ میو ہسپتال لاہور میں دار آخرت کا سفر اختیار فرمایا اور اگلے روز جلال پور شریف میں روضہ مبارک کے اندر اپنے کریم جدِ اعلیٰ کے مغرب میں تدفین ہوئی۔ اپنے غمزدہ صاحبزادگان عالی مرتبت نے قبر میں اتارا۔ روضہ شریف میں اب اس طرح محسوس ہوتا

ل نفحات المحبوب میں اعلیٰ حضرتؒ کی مجلس ۴۲ کا بیان پڑھیں۔ آپ کی زبان مبارک پر انا الحق کا لفظ وارد ہوا۔ آپ کا ضبط تو کامل تھا، مگر اللہ بخش درویش تڑپ اٹھا۔ اوپر جست کرتا تھا اور نیچے آجاتا تھا۔

ٹ روح لذتِ توحید سے سرشار تھی، قلب و ذہن انوار و اسرارِ توحید سے بریز، اسلئے وجود مبارک مجسم کرامت تھا۔

marfat.com

ہے گویا کلیتہً آپ ہی کا تصرف ہے۔

آپ کے حالات پر مشتمل ضخیم کتاب "امیر حزب اللہ" ہے جو آپ کی زندگی میں چھپ گئی تھی۔ اپنے فرزندِ اکبر سید برکات احمد شاہ صاحب کو آپ نے خلافت عطا فرمائی تھی جو آپ کے جانشین بنے۔ حضرت سجادہ نشین صاحب مدظلہ العالی کا وجود گرامی نورٌ علیٰ نور ہے۔

---

marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قدوۃ السالکین، زبدۃ العارفین، مجاہد الملت والدین

عالی جناب ابوالبرکات سیّد محمد فضل شاہ صاحب قدس سرہٗ العزیز

کا وصال

چوں شاہِ ما بعرش ازین خاکدان برفت　　تاب و توان کہ داشت جہاں از میان برفت

آں جانِ پاک بود فروغ حیات ما　　چون رفت، نظم زندگیٔ این و آن برفت

بگست تار و پودِ وجود زمانِ ما　　گویند طفل و پیر کہ رُوحِ زماں برفت

مائیم غم نصیب درین وادیٔ فراق　　خضر خجستہ پَی بکجا خوش عنان برفت

ہاں خُرّمی کہ داشت وجودِ سعیدِ اُو　　ہاں خُرّمی و خوش وضعی را نشان برفت

ہر برگِ گل ز گریہ شدہ منتشر بدہر　　جانِ بہار از چمن قدسیاں برفت

سنبل سیاہ پوش بصحنِ چمن شدہ　　ہاں عندلیب نالہ کن نُورِ جان برفت

دیدارِ او ست چشمۂ حیوان برائے ما　　ہیہات آن قرارِ دل، آرام جان برفت

فہمیدہ ای ز رحلتِ شاہِ جہانِ ما　　سرمایۂ نشاط و حیاتِ جہاں برفت

فرمود از شما نشوم لحظہ ای جُدا　　بے ما ز بزم و ہر ندانم چسان برفت

گم کردہ بود ملتِ ما راہ دینِ حق　　آن راہبر کہ کرد عیان ہر زبان برفت

کردند محو حرفِ جہاد از لغاتِ قوم　　خورد و کلان را چو شد وردِ زبان برفت

دیدیم ناقہ راکہ شُد از کاروان جُدا　　کَی شد کہ میر قافلۂ کاروان برفت

باشد چو شب فروغِ مہی تا بد این جہاں　　آن ماہ شب نبود کہ از آسمان برفت

در خدمتش تمیز شب و روز ای غنیؔ

ہرگز نشد، چرا مگر از خادمان برفت

marfat.com

ای نورِ جان، چو رُوح دراعضای ما بیا
زار و نزار گشتہ ایم اے دل رُبا بیا

آن کاخہا و مرمرین قُبّہ کہ ساختی
گریہ کُند بہ خامشی، گوید بیا بیا

ہستند سوگوار این دیوار و در ببین
لِلّٰہ لحظہ ای ہمہ را رُخ نما بیا

در مہدِ مخملیں کہ تو راکب ہمی شدی
جلوہ بدہ و دوشِ صبا روح فزا بیا

ہستند منتظر ہمہ صحرا و کوہ کہ میر
با کاروانِ خویش بیاید، شہا بیا

ہر قریہ چشم دوختہ بر راہ ہا کہ تُو
بارِ دگر بیائی وشیرین ادا بیا

جملہ فدائیان کہ ثنا گر ہمی شُدند
خواہند گردِ تو پیچی کردن ثنا بیا

وان نطقِ لاجواب کہ کوثر مثال بود
باشد بہشتِ گوش دگر، خوش لقا بیا

آن خاندانِ پاک کہ تازان بتو شدی
بیتاب در فراقِ تو گشتہ، بیا بیا

نوّاب[1] کامگار و جلالت مآبِ ما
ریزد گہر بیادِ تو، جانِ وفا بیا

دلبندِ[2] تو کہ کردی ورش جانشین خویش
گریاں رسید دوشِ ہوا، چوں صبا بیا

پژمردہ رُو ببین ہمہ فرزند ہائی خویش
چون دل شکستہ گشتہ ہمہ جان فزا بیا

ہر برگ و نخل سوختہ بادِ سمومِ دہر
چون ابرِ نو بہار بیا، با سخا بیا

بے تو فضائی دل ہمہ گشتہ سیاہ چو ابر
ای نیرگی زدا بیا، روحِ صفا بیا

ایمان و جانِ ما غنی آن شاہِ ما چو بود
ہر دم زنیم این صدا و این ندا بیا

نی نی غلط سرا شدم آن شاہ نزدِ ماست
ہر سُو کہ رُخ کنیم آن فرزانہ رُخ نماست

انفاسِ خویش را دمد اندر ہوا چنان
ہر دم نفس زنیم اُو تابِ وجودِ ماست

---

[1] حضور کے برادرِ اصغر نواب سیّد محمد مہر شاہ بالقابہ

[2] سیّدنا و مولانا حضرت سیّد برکات احمد صاحب مدظلہ العالی حضور کی رحلت کے وقت قاہرہ میں تھے۔ فون پر خبر ملتے ہی ہوائی جہاز پر سوار ہو کر جلالپور شریف پہنچ گئے۔

marfat.com

اتمام یافت فقر بلی در وجودِ اوُ ۔۔۔ سیراب حق چو بود ورا بیگمان بقاست

در نبضِ کائنات تپد سوزِ سینہ اش ۔۔۔ سوزِ دوام یافتہ مستغنی از فناست

"ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق" ۔۔۔ واللہ ز غیب آنچہ رسد ایں ہمیں صداست

پسر خلیفِ او کہ سلیم و حلیم خوست ۔۔۔ معنی بذاتِ او ہمہ لبس جلوۂ خداست

روشن جبین او شدہ از نورِ مصطفےٰؐ ۔۔۔ وز شیرِ حق رضؓ کہ یافتہ آن جوہر صفاست

دادہ جنابِ خواجۂ حیدرؒ کلاہِ فقر ۔۔۔ وز جدِ پاک حضرتِ ثانیؒ بسی عطاست

عزم جوان از پدرِ باکمال یافت ۔۔۔ رویش کہ جلوہ بار شدہ شانِ کبریاست

از اینہمہ کمال کہ شد پیکرِ جمال ۔۔۔ یوسفؑ برائے دیدنش آید اگر رواست

پسری چنیں گذاشت چوں شاہِ خوش عطا ۔۔۔ از فضل حق رسیدہ بما دولتِ غناست

دیدارِ شاہِ ماست اگر آرزوئی تو ۔۔۔ در صورتش یکی نگر آن شاہ رُخ نماست

شاہیکہ بود نعمتِ عظمیٰ ز دادِ حق ۔۔۔ شاہیکہ نام اُو مرا ہر درد را دواست

اکرامِ اُو بسی است یکی را بیان کنم ! ۔۔۔ از فیضِ او بذاتِ من بے نوا جلاست

تا زندہ ایم وردِ ما نامش بود غنی

نامش چو وردِ ماست ہمہ صحبتِ خداست

marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

بیادِ حضرتِ ابوالبرکات سیّد محمد فضل شاہ صاحب نوراللہ مضجعہ

اِک پھول جس میں جمع تھا گلزار، اب کہاں!

نازاں تھے جس پہ حیدرِؓ کرار اب کہاں | فرحاں تھے جس سے خالدؓ جرار اب کہاں
گونجی تھی جس کی ہند میں للکار اب کہاں | کرتا تھا جاھِدُوْا کا جو تکرار اب کہاں
محمود اور غوری کی شمشیر جس کی نطق | بابر کی طرح طاقتِ گفتار اب کہاں
اک جوش تھا کہ ہند میں تکبیر ہو بلند | ٹیپو سا، عالمگیر کا کردار اب کہاں
وہ فضلشاہِ میرِ جوانانِ حق پرست | وہ شوقِ جانفروشیٔ ضرارؓ اب کہاں
باطل کو سرنگوں کیا ضربِ کلیمؑ سے | ہاں شیرِ حقؓ کی دوستو تلوار اب کہاں
ناقوس اور صلیب سے پیکار جس کی تھی | ملت کے دشمنوں پہ وہ یلغار اب کہاں
اَعْلَوْنَ[1] کی نوید سنی مومنوں نے پھر | غلبے کا جو پیام تھی گفتار اب کہاں
جوشِ جہاد سے ہمیں بیتاب کر دیا | اسلام کی تلوار کی جھنکار اب کہاں
غیروں سے رزم جُو مگر اپنوں سے نرم خُو | ایسے مجاہدوں کا ہے سالار اب کہاں
منصور جس کے ذوقِ شہادت کو دیکھ کر | لیتا تھا بوسہ رسن و دار اب کہاں
جو سر فروشِ حق کیلئے جاں بکف رہا | کچھ تو کہو کہ پیکرِ ایثار اب کہاں
دشتِ طلب کے خار چنے چشمِ شوق سے | جانِ نزار پہ سہے آزار اب کہاں
زخموں سے چُور سجدے میں ابنِ علیؓ رہا | کیسا عجب تھا حق کا پرستار اب کہاں
دُنیا میں رسمِ جرأتِ بیباک زندہ کی | بے خوف دبے نیاز و خودکار اب کہاں

---

[1] وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ؕ اپنے خطبات میں یہ آیۂ کریمہ پڑھ کر حضور لگاتار غلبے کی خوشخبری سناتے رہے۔

marfat.com

ایک سیل تھا جو بڑھتا گیا تا لب فلک — تھا عمر بھر سکوں سے جو بیزار اب کہاں
شعلے کی طرح شوق جو صحرا نورد تھا — ہوتی تھی جس سے گرمی بازار اب کہاں
روتا تھا جو کہ وقتِ سحر قوم کے لئے — ملت کا دردمند اور غمخوار اب کہاں
قُم کی صدا مسیحِ زماں نے بلند کی — سوئے ہوؤں کو کر دیا بیدار اب کہاں
تھا ذرہ ذرہ پاک وطن کا جسے عزیز — اس خانۂ خدا کا ہے معمارؒ اب کہاں

جو قیس بے قرار کسی کی طلب میں تھا — جنس وفا کا ہائے خریدار اب کہاں
سو جان سے فدا تھا جو ربِ ودود پر — وہ جاں نثارِ احمدِ مختارؐ اب کہاں
تھا فقر کا کمال کہ انوار ذات تھے — شبلیؒ کا اور جنیدؒ کا دیدار اب کہاں
جامع تھا جو شریعت و فقر و جہاد کا — اک پھول جس میں جمع تھا گلزار اب کہاں
برگشتہ دین سے دیکھ کر الجھا زمانے سے — دین کیلئے جہان میں پیکار اب کہاں

جس پر نگاہ پڑ گئی وہ باخدا ہوا — حسنِ ازل کی دولتِ دیدار اب کہاں
تھا خُلق کا کمال کہ اک ساحری سی تھی — وہ انجذاب و پیشۂ ایثار اب کہاں
گرتے ہوؤں کا جو کہ سہارا بنا یہاں — بے خانماں کا سایۂ دیوار اب کہاں
روتے ہوؤں کو سینے سے جس نے لگا لیا — خستہ دلوں کا مونس و غمخوار اب کہاں
تیرِ قضا کو دستِ تصرف سے روکنا — ادنیٰ سی بات تھی، مگر مختار اب کہاں

اردو زبان شگفتہ و رنگیں بنا گیا[1] — بے مثل و بے نظیر قلمکار اب کہاں

---

[1] تخلیق پاکستان کے سلسلہ میں آپ نے جو شاندار، اور ناقابل فراموش کردار انجام دیا۔ اس سے آگاہی کیلئے حضور کی کتاب سیرت "امیر حزب اللہ" کا مطالعہ کریں۔

marfat.com

اقبالؒ نے بھی جس سے کیا اکتسابِ فیض
کون و مکاں کا محرمِ اسرار اب کہاں

جوشِ خطاب وزورِ قلم قوم پر فدا
نورِ حیات بھی کیا ، ایثار اب کہاں

ہم ہیں نثار ایسے مجاہد پہ اے غنیؔ
ایسے جہاد کے ہیں پرستار اب کہاں

ؔ حضرت ابوالبرکاتؒ شاردا ایکٹ کے سلسلے میں شملے تشریف لے گئے جہاں مرکزی اسمبلی میں اس مسئلے پر بحث ہونی تھی۔ علامہ اقبالؒ وہیں تھے۔ شام کو حضور سے ملاقات کے لئے آتے۔ اور مختلف مسائل پر گفتگو ہوتی۔ اس بات کے راوی خواجہ محمد امین چشتی ہیں جو حضور کے ساتھ شملے گئے تھے۔

marfat.com

خواجہ فضل شاہ شیئاً للہ!

خواجہ فضل شاہ شیئاً للہ　　مُنْعَم اللہ شیئاً للہ

لوحِ جبینت صبحِ تجلّی　　رُوئے مبینت قبلۂ معنیٰ

عارضِ انور، شمعِ منور　　نورِ مجلّا رحمتِ اللہ

خواجہ فضل شاہ شیئاً للہ

مُنْعَم اللہ شیئاً للہ

نگہِ کرمت چشمۂ فیضاں　　دیں خمِ ابرو کعبۂ ایماں

فیضِ نگاہت رحمتِ یزداں　　چشمِ مستت بادۂ عرفاں

نشۂ وحدت حشر بداماں　　اللہ اللہ، اللہ اللہ

خواجہ فضل شاہ شیئاً للہ

مُنْعَم اللہ شیئاً للہ

عاشقِ یزداں جانِ محبّاں　　ساقیٔ وحدت، بادہ ساماں!

پیرِ مُغاں حلقۂ رنداں　　فیضِ نگاہت حشر بداماں

شاملِ خلقاں، واصلِ یزداں　　قادرِ مطلق، بندۂ اللہ

خواجہ فضل شاہ شیئاً للہ

مُنْعَم اللہ شیئاً للہ

مست ضمیرت از مئے وحدت　　نگہِ پاکت جامِ محبت

صورتِ اقدس یزداں صورت　　خلقِ رحماں جانِ رحمت

بندہ چہ گوید عظمت و شانت　　ہر دم خواند عظمتِ اللہ

خواجہ فضل شاہ شیئاً للہ

مُنْعَم اللہ شیئاً للہ!　　رشاد فاروقی،

marfat.com

حضرتِ ابوالبرکاتؒ کا ایک پسندیدہ شعر

خنجر چلے کسی پہ تڑپتے ہیں ہم امیرؔ
سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے

marfat.com

هو الاول والآخر والظاهر والباطن

حُسنِ اختتام

ایکہ می گوئی پیاپی با مہا بیدُں می خوری
"این چنیں از ساقی تا گو کہ ارزاں کردہ است"

marfat.com

نعم المولیٰ جل جلالہٗ و نعم النصیر جل جلالہٗ

مجمع البحّار

اس مقدس رسالے میں خواجہ غریب نواز سیّد غلام حیدر شاہؒ اور خواجہ ابوالبرکات، سید محمد فضل شاہؒ کے حالات طیبہ ہیں، اس لئے قدرتی طور پر اس کا وہ نام ذہن میں آیا جو سرورق پر درج ہے۔ اس کی سند صوفی خدا بخش آدو والی کے تاریخی کشف سے بھی مل گئی۔

لیکن نگاہ کی خوش بختی نے جب حضرت ثانی قبلہ سید محمد مظفر علی شاہؒ اور حضرت سجادہ نشین جناب سیّد برکات احمد شاہ مدظلہ العالی کے موج در موج ظاہری اور باطنی فیوض کا نظارہ کیا تو زبان پر بے ساختہ وارد ہوا کہ سبحان اللہ! جلال پور شریف کی پاک سرزمین میں افق تا افق امواجِ خیر و برکت کا وفور ہے اور چونکہ ہمارے تمام قدسی الاصل مصدرِ فیض بزرگوں کا ذکرِ خیر اس رسالۂ نادرہ میں مختلف مقامات پر کئی بار آیا ہے۔ اس کا نام "مجمع البحّار" بھی بڑا موزوں ہے۔

marfat.com

حضرت سیّد غلام حیدر علی شاہ جلال پوری[1]

قبلہ سید غلام حیدر شاہ ایسی پاکیزہ سیرت اور نورانی صورت والے بزرگ تھے کہ زبان و قلم کو وہ طہارت نصیب نہیں جو حضور کا ذکر کرنے کے لئے درکار ہے۔ جن مبارک آنکھوں نے حضور کا جمال دیکھا تھا۔ ان میں سے بعض کی زیارت کا اس ناچیز کو شرف حاصل ہوا ہے سچی بات ہے۔ حضور کا ذکر خیر زبان پر لاتے ہی ان کی آنکھوں میں جو عجیب و غریب چمک نمودار ہو جاتی تھی۔ اس کی کیفیت پیش کرنے کا یارا نہیں سا ایسے خوش نصیب لوگوں میں سے ایک کا حال آپ بھی سن لیں۔ ۱۰ ر ماہ رمضان المبارک ۱۲۹۴ھ ر ۱۸ ستمبر ۱۸۷۷ء کا ذکر ہے صوفی نور عالم جہلمی حضور کی خدمت میں پہلی بار حاضر ہوتے ان کے دو بھائی بھی ساتھ تھے۔ چاشت کا وقت تھا۔ ایک درویش نے بتایا۔ حضور مکان شریف کے اندر قبلہ رو بیٹھے وظائف پڑھ رہے ہیں۔ نور عالم صاحب سہمے ہوتے تھے۔ "نغمات المحبوب" میں لکھتے ہیں:۔

"ناگاہ از روزنہ آن مکان آفتابی درخشید برمن۔ از دروازۂ کلاں داخل مکان شدیم وزمین فرش بوسیدیم دیدیم آنچہ دیدیم ؎

جمالی دیدم از گفتن برون بود پرس از من تو کیفیت کہ چوں بود

بلوریں بدنش اندر لبس کافور جو شجر طور بد نورٌ علیٰ نورٌ

صوفی صاحب کہتے ہیں ایک نورانی وجود سفید لباس پہنے نورٌ علیٰ نورٌ دکھائی دیتے تھے۔ صاحب قلم ہونے اور حضور کے ملفوظات کے مرتب ہونے کے باوجود اس کیفیت کو

---

[1] حضرت ... والے دونوں مقالے تذکرۃ الاولیاء جدید مرتبہ حاجی فضل احمد صاحب میں چھپ چکے ہیں۔ اور ... قارئین کے استفادے کیلئے یہاں شامل کئے جاتے ہیں۔

marfat.com

بیان نہیں کر سکے ۔ جو زیارت سے فیض یاب ہونے پر ان پر طاری ہوئی ۔

حضور کی ولادت بروز جمعہ ۳ر صفر المظفر ۱۲۵۴ھ / ۲۶ر اپریل ۱۸۳۸ء کو ہوئی ۔ آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی سید جمعہ شاہ تھا جو حسینی سید اور صابر و قانع با خدا درویش تھے ۔ آپ کے جدِ امجد سید سخی شاہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانے کے یکتائے روزگار بزرگ تھے ۔ آپ کی والدہ ماجدہ حضرت سجادہؒ بیگم تھیں جو صحیح معنوں میں سجادہ نشین رہ کر اوراد و اذکار میں مصروف رہتی تھیں اور ہر وقت با وضو رہتی تھیں ۔ والدہ صاحبہ نے آپ کی پرورش اور تربیت نہایت ہی پاکیزہ روایات کو قائم رکھ کر کی ۔ چنانچہ آپ نے صوم و صلوٰۃ کی پابندی پانچ چھ سال کی عمر میں شروع کر دی ۔

کلام اللہ شریف کی تکمیل اپنے حقیقی چچا سید امام شاہ صاحب سے کی ۔ کتب فارسی اپنے گھر جلال پور شریف (ضلع جہلم) میں میاں عبداللہ صاحب چکر دی سے پڑھ کر آپ نے کتبِ فقہ قریب ہی پنن وال میں قاضی محمد کامل سے پڑھیں اور وہاں کنز الدقائق کے بعض اسباق آپ نے مفتی غلام محی الدین صاحب سے بھی پڑھے جو باطنی کمالات سے بھی بہرہ ور تھے ۔ مفتی صاحب نے بڑی شفقت کے ساتھ ظاہری تعلیم دیتے ہوئے آپ کے باطن کو بھی مرکزِ توجہ بنایا ۔ آپ کی فطرت روحانیت کا گنج مخفی اپنے اندر رکھتی تھی ۔ مفتی صاحب کی توجہات نے اس گنجینۂ معنی سے سروکار رکھنے کی لگن آپ کے دل میں پیدا کر دی ۔

آپ کی عمر سترہ سال تھی کہ والد ماجد وفات پا گئے ۔ وفات سے پہلے اپنے فرزند دلبند کو وصیت کی کہ سائل کو محروم نہ رکھنا ، صلہ رحمی شعار بنانا ۔ بڑوں کا ادب اور چھوٹوں پر شفقت کرنا اور میراں شاکر شاہ صاحبؒ کے مزارِ مقدس پر باقاعدگی سے حاضر ہونا ۔ میراں صاحب مشہور و معروف بزرگ شاہ محمد غوث لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے خلفِ اکبر تھے ۔ ان کا مزار جلال پور شریف سے دو میل مغرب کو پہاڑیوں پر نظر آتا ہے ۔ حضرت قبلہ سید غلام حیدر علی شاہ نے اس وصیت پر لفظ بلفظ عمل کیا ۔ درویشی کے باوجود اہلِ حاجت کی کفالت اور مسافروں کی خدمت کیا کرتے تھے ۔ ہر شام میراں شاکر شاہؒ کے مزار پر حاضر ہوتے اور عشاء تک مراقبہ میں رہتے ۔ بہت جلد

marfat.com

حضرت میراں صاحب نے آپ کو ارشاد فرمایا کہ سید غلام شاہ صاحب ہرن پوری سے ملاقات کریں۔ چنانچہ والدہ ماجدہ سے اجازت لے کر آپ ہرن پور تشریف لے گئے۔ جو جلال پور شریف سے دس کوس کے فاصلے پر مغرب میں واقع ہے۔

سید غلام شاہ صاحب بڑے صاحب تصرف بزرگ تھے۔ استغنار اور ماسوا اللہ سے انقطاع کا عجیب عالم تھا۔ حضور نے بیعت کی خواہش کا اظہار کیا مگر شاہ صاحب آپ کو خواجہ شمس الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس لے گئے جو قطبِ دوران اور غوث زمانہ خواجہ محمد سلیمان تونسوی سے گوہر مراد حاصل کر کے اپنے وطن مالوف سیال شریف ضلع سرگودھا میں دولتِ عرفان بڑی فیاضی سے لٹا رہے تھے۔ یہ مارچ ۱۸۵۵ء کی بات ہے۔ حضرت سید غلام حیدر علی شاہ کی عمر مبارک اس وقت ابھی سترہ سال ہی تھی چنانچہ سید غلام شاہ صاحب نے حضرت شمس العارفین سیالوی سے ان کو بیعت کرنے کی درخواست کرتے ہوئے اس بات کی طرف اشارہ کیا۔ یہ "سید زادہ" جلال پور کا رہنے والا ہے اور آپ کی بیعت کا دلدادہ ہے۔ سفیدی مائل گندم گوں رنگ کے یہ سید زادے متناسب الاعضاء اور دراز قامت تھے۔ گردن بلند، پیشانی کشادہ، گھنے ہلال ابرو، آنکھیں بادام کی ہم شکل لیکن سیاہ اور چمکدار، چہرے سے یمن وسعادت کے آثار ہویدا۔ خواجہ شمس الدین سیالوی ایک ہی نگاہ میں سالمت عالیہ کے اس خوبصورت فرزند کی غیر معمولی باطنی صلاحیتوں سے آگاہ ہو چکے تھے۔ حضور نے آپ کو شفقت سے بیعت فرمایا۔ اور دل کھول کر ان کے سینے کو یقین و عرفان کی دولت سے معمور کرنا شروع کر دیا۔ قبلہ جلال پوری کو محبت شیخ نے اس طرح بیتاب کیا کہ بالکل تھوڑے وقفوں کے بعد بار بار سیال شریف حاضر ہوتے تھے۔ کوئی ایسی توجہ تھی کہ آپ کا وجود اقدس سرتاپا روحانیت بن رہا تھا۔ سلوک کی منزلیں طے کرنے میں آپ کا مجاہدہ بے نظیر تھا۔ جب آپ چھٹی بار شیخ کی خدمت میں حاضری سے مشرف ہوئے تو آپ کو خرقۂ خلافت اور اجازتِ بیعت کا شرف عطا ہوا ...... اس قدر جلد اور کم عمری میں !!! اس موقع پر خواجہ سیال نے حضور کو خلوت میں خاص

marfat.com

توجہات سے نوازا۔ اس کے بعد محویت اور استغراق کی خاص کیفیت آپ پر طاری ہوئی جو کافی عرصہ تک جاری رہی اور جب حالتِ صحو شروع ہوئی اور طبیعت معمول پر آئی تو آپ ان درجات علیا پر فائز ہو چکے تھے۔ جو امتِ مسلمہ کے صرف منتخب نفوس کو حاصل ہوتے ہیں۔ آپ کی اس وقت کی حالت کے متعلق حضور کے غلام جدم بیدر سوگل نے فرمایا۔

"حضرت پیر حیدر شاہ فقر و عرفان کا سمندر اس طرح پی گئے کہ ایک قطرہ تک باہر نہ گرنے دیا۔"

اس کا مطلب یہ ہے کہ حضور کو مقامِ عبدیت سے حصہ وافر ملا تھا۔ عطائے خلافت سے پہلے مشائخ چشت کی سنت کے مطابق خواجہ سیالوی نے مرقع شریف اور کشکولِ کلیمی کا خود درس دیا تھا۔ یہ گویا فقر و تصوف کی ظاہری اور باطنی تعلیم کی تکمیل تھی۔

حصولِ خلافت کے بعد کم و بیش پچاس سال کے طویل عرصہ تک آپ کوہستان نمک کے دامن میں جلال پور شریف کی پہاڑی پر جا گزین ہو کر رشد و ہدایت ہر طرف پھیلاتے رہے۔ ہر قسم کے لوگ حتٰی کہ مخالف عقیدے اور مذہب والے بھی حاضرِ خدمت ہو کر فیض یاب ہوتے تھے نیاز مندوں کی تعداد لاکھوں تک پہنچ گئی۔ استقامت کی یہ شان تھی کہ عمر بھر سیال شریف کے بغیر اور کہیں کا سفر اختیار نہ کیا۔ اگر دو ایک بار کہیں گئے بھی تو صرف پیر خانہ کے ارشاد کی تعمیل میں۔

سیال شریف کا ادب و احترام دل میں اس قدر تھا کہ وہاں ننگے پاؤں رہتے تھے۔ ایک بار ایک سنگریزہ پاؤں میں چبھ گیا جسے زندگی بھر نہ نکلوایا، تترال ضلع جہلم کے بابا اللہ دتہ کہا کرتے تھے۔ ہم لوگ وہ پاؤں بے خبری میں دبانے لگتے تو حضور درد کی وجہ سے کھینچ لیا کرتے تھے۔ خانوادۂ سیال شریف کے ہر فرد کے ادب و احترام میں آپ کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا کرتے۔ یہ بھی دیکھنے میں آیا کہ کسی ہندو نے بھی اپنی گوت سیال بتائی تو آپ تعظیماً کھڑے ہو جاتے۔

marfat.com

حضور کی ذات میں جمالی صفات کا غلبہ تھا۔ غرباء اور مساکین کی طرف توجہ زیادہ تھی۔ ان سے خصوصی شفقت کا اظہار فرماتے، جود و سخا کی ایک مثال پیش کی جاتی ہے۔ قحط سالی کی وجہ سے ایک بار لنگر شریف میں کشمیری لوگوں کی بڑی تعداد جمع ہو گئی۔ صبح شام کھانا وہاں سے کھاتے اور دن کو محنت مزدوری کرتے۔ لنگر شریف کے منتظم نے عرض کی۔ قبلہ! ...... انہیں ایک وقت تو روٹی دیا کریں اور دوسرے وقت کے لئے انبار سے مکئی کے کافی دانے دے دیئے جائیں بھنوا لیا کریں گے۔ حضور فرمانے لگے بڑی اچھی تجویز ہے، بیچارے دن بھر محنت کرتے ہیں پچھلے پہر کیلئے انہیں مکئی کے دانے دے دیا کریں۔ کھانا دونوں وقت بدستور لنگر شریف سے کھائیں گے۔ عفو و درگزر کا قصہ سنئے۔ ایک خادم نے لنگر شریف کا غلہ چوری بیچنا شروع کر دیا۔ پہاڑی سے نیچے پانی لانے جاتا تو گندم سے گھڑا بھر کر سر پر اوندھا رکھ لیا کرتا تھا دکاندار نے راز فاش کر دیا۔ حضور نے خادم سے پوچھا ایسا کیوں کرتے ہو۔ اس نے عرض کی، مقروض ہوں۔ حضور نے اس کا قرض اپنی گرہ سے ادا کر دیا۔ اسی طرح مہمان نوازی، ہمدردی اور دردمندی، تحمل اور بردباری، حلم و حوصلہ، توکل و قناعت اور تسلیم و رضا کی بے شمار مثالیں ہیں ...... نصیحت کرتے وقت بالعموم اشاروں سے کام لیتے اور صیغہ غائب استعمال فرماتے۔ لہجے میں پر وقار نرمی اور ملائمت تھی۔ گفتگو کے دوران نکات کی توضیح و تائید کے لئے فارسی، عربی اور اردو کے برمحل اشعار پڑھ دیا کرتے جو بلا تکلف زبان پر وارد ہو جایا کرتے تھے۔ انہی صفاتِ حسنہ اور اخلاقِ کریمانہ کی کشش تھی کہ زائر دور دراز سے انبوہ در انبوہ حاضر ہوتے تھے۔ اور مجلس میں مؤدب اور خاموش ہو کر بیٹھا کرتے تھے۔ یہ رعبِ فقر تھا۔

انیسویں صدی کا اختتام اور بیسویں صدی عیسوی کا آغاز کوئی دور کی بات نہیں۔ کافی تعداد میں ایسے لوگ آج بھی موجود ہیں۔ جنہوں نے وہ ایام دیکھے تھے۔ سبحان اللہ! اسلام از سرِ نو زندہ ہو چکا تھا۔ محبت الٰہی، عشقِ الٰہی، عشقِ رسولؐ، ارکان اسلام کی ذوق و شوق سے پابندی، ذکر و فکر، اخلاق محمدی عام شیوہ تھا۔ مقدس چہرے عام نظر آتے تھے۔ پیر کامل کی شخصیت کا عکس

marfat.com

ان کے ظاہر و باطن پر پڑتا تھا۔ کلاہ چار ترکی سر پر، تسبیح ہاتھ میں لئے، لبوں سے زمزمۂ حمد بلند کرتے ہزاروں مسلمان ہر وقت جلال پور شریف آتے جاتے تھے۔ اس طرح معلوم ہوتا تھا قرونِ اُولیٰ پھر عود کر آئے ہیں۔ انوارِ الٰہی کا جلوہ دیکھنے کی تمنا تھی جو ہر ایک کو جلال پور شریف کی طُور صفت پہاڑی پر پہنچا دیتی تھی اور جو لوٹتا تھا یہی محسوس کرتا مشاہدہ ذات کر کے آ رہا ہوں۔ صرف یہی نہیں۔ راقم سطور نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ اس مائدۂ نعمت کے زلہ ربا اپنے اپنے وطن میں واپس جا کر رشد و ہدایت کا ایک نیا باب وا کر دیتے تھے۔ کیا کہنا انوارِ الٰہی کی تابانی ہر طرف پہنچ چکی تھی۔

عہد طفلی سے لے کر آخری لمحے تک صرف ذات باری عز اسمہٗ کو اپنا مطلوب و مقصود بنانے کے وجہ سے حضرت خواجہ سید غلام حیدر علی شاہ کا وجود اقدس مجسم کرامت بن چکا تھا۔ خرقِ عادت واقعات اس طرح ظاہر ہوئے تھے۔ جس طرح آفتاب سے کرنیں نکلتی ہیں لفاظی نہیں یہ حقیقت ہے کہ اندھیرے میں حضور کے وجود سے اجالا ہو جاتا تھا ایک بار آپ سیال شریف تشریف لے گئے شام پڑ رہی تھی۔ حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی نے درویشوں کو لیمپ دے کر بھیجا کہ شاہ جی کا استقبال کریں۔ اتفاقاً آندھی چلی اور لیمپ بجھ گئے۔ درویشوں نے بیان کیا۔ ہم قبلہ شاہ جی کے چہرے کی روشنی میں پگڈنڈیوں پر چلتے آتے۔ سلوک و معرفت میں آپ نے وہ مقام حاصل کیا تھا کہ متقدم صوفیہ کی یاد تازہ ہو گئی۔ حضرت خواجہ شمس العارفین فرمایا کرتے تھے دودھ بلویا تھا مکھن حیدر شاہؒ لے گئے چھاچھ باقی لوگ پیتے رہیں۔

حضور کا وصال ۶ رجمادی الثانی ۱۳۲۶ھ / ۱۹۰۸ء بروز دوشنبہ ہوا۔ ولادت سکھوں کے راج میں ہوئی تھی۔ اب انگریزی عملداری تھی۔ علامہ اقبال نے یہ قطعہ تاریخ کہا ؎

ہر کہ بر خاکِ مزارِ پیر حیدر شاہؒ رفت	تربتِ اورا امین جلوہ ہائے طور گفت
ہاتف از گردوں رسید و خاکِ او را بوسہ داد	گفتمش سالِ وفاتِ او بگو مغفور گفت

۱۳۲۶ھ

حضور کو اپنے تعمیر کراتے ہوئے بنگلے میں دفن کیا گیا۔ جہاں بعد میں آپ کے محبوب پوتے حضرت ابو البرکات سید محمد فضل شاہ صاحب نے نہایت ہی خوبصورت روضہ تعمیر کرایا

marfat.com

جو اپنی آب و تاب اور دلکشی کے باعث دور دور سے لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرتا ہے۔
حضور کا عرس مبارک ہر سال ۵-۶ جمادی الثانی کو منایا جاتا ہے اور جلال پور شریف اب بھی بدستور سرچشمۂ خیر و برکت بنا ہوا ہے۔

حضور کے ملفوظات فارسی زبان میں نور عالم صاحب جہلمی نے نفحات المحبوب کے نام سے لکھے ہیں، ان کے مطالعہ سے انسان حضور کی مجالس فیض آثار میں پہنچ جاتا ہے اور اسرارِ رموز تصوف بیان ہوتے سنتا ہے۔ اردو زبان میں آپ کے سوانح زندگی "ذکر حبیب" کے عنوان سے ملک محمد الدین صاحب نے قلم بند کئے جو دیدہ زیب کتابت اور طباعت کے ساتھ منڈی بہاؤالدین سے شائع ہوتے تھے۔ اس کی ابتدا میں حضرت ابوالبرکات سید محمد فضل شاہ کا لکھا ہوا روح پرور مبسوط دیباچہ ہے۔ آج کل کے زمانے میں لکھی ہوئی تصوف کے متعلق ایسی عالمانہ اور اثر انگیز تحریر شاید ہی آپ کو ملے گی۔ اس کے بعد مختلف ابواب میں حضور کی مبارک زندگی کے حالات، کرامات، ملفوظات اور حضور کے متعلق بلند پایہ شعرار کی منظومات ہیں۔ درد فراق کے باعث پیر بھائیوں نے جو نوحے پنجابی زبان میں سی حرفی وغیرہ کی صورت میں کہے وہ علیحدہ طبع ہوئے تھے۔ حضور کے فرزند سید محمد مظفر علی شاہ آپ کے جانشین ہوئے جن پر عجیب حالت جذب طاری رہتی تھی۔ انھوں نے ۱۹ ربیع الثانی ۱۳۳۵ھ (۱۹۱۷ء) کو داعیٔ اجل کو لبیک کہا اور پھر حضرت ابوالبرکات مولانا سید محمد فضل شاہ صاحب سجادہ نشین ہوئے۔ حضور خواجہ غریب نواز کے اور بھی نامی خلفاء تھے۔ جن کا تذکرہ "ذکر حبیب" میں موجود ہے

آپ طالب صادق کیلئے یک در گیر محکم گیر پر زور دیا کرتے تھے۔ استقامت کے اس زریں اصول پر آپ ہمیشہ کاربند رہے۔ اس کے ساتھ استغنائے قلب بھی آپ کی ذات میں بدرجہ اتم پایا جاتا تھا۔ آپ فرمایا کرتے تھے۔ مداومت وظائف سے مشکلات زندگی از خود دور ہو جاتی ہیں۔ نماز جمعہ کی حضور بڑی تاکید فرمایا کرتے تھے۔ فرماتے یہ غریبوں کا حج ہے، مقامات فقر میں تسخیر خلق کا آپ کے نزدیک کوئی درجہ نہ تھا۔ اسی طرح آپ فرماتے راہِ سلوک

marfat.com

پر چلتے ہوئے اگر کشف حاصل ہو تو اسے کفش بنا کر نفس کے سر پر دے مارو۔ کیونکہ اس کی طرف توجہ انسان کو اس کی حقیقی منزل کی طرف نہیں بڑھنے دیتی۔ تمام اکابر صوفیہ کی طرح آپ فرماتے تھے۔ انسان کی حقیقی منزل مشاہدۂ ذات ہے :۔

لا مقصود الا اللہ

اللہ بس باقی ہوس، پوری طرح شریعت کی حدود میں رہ کر یہ حقیقتِ کبریٰ کا براہ راست مشاہدہ ہوتا ہے۔ جہاں ظاہری حواس اور فنا پذیر چیزوں کا دخل نہیں۔ لیکن یہ سعادت نہایت ہی برگزیدہ اصحاب کو نصیب ہوتی ہے اور لاریب خواجہ غریب نواز حضرت پیر حیدر علی شاہؒ ایسے ہی فرد یگانہ تھے۔

marfat.com

حضرت ابوالبرکات سیّد محمد فضلشاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مصلحتِ دیدِ من آنست کہ یاراں ہمہ کار
بگذارند و سر طرۂ یارے گیرند

۴ رجمادی الاول ۱۳۱۲ھ (مطابق نومبر ۱۸۹۴ء) کو جلال پور شریف ضلع جہلم میں خواجہ غریب نواز حضرت پیر حیدر علی شاہ صاحب قدس سرہ العزیز کے پوتے اور حضرت خواجہ محمد مظفر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند جناب سید فضل شاہ صاحب پیدا ہوئے ۔ یہ وہ زمانہ تھا جب اربابِ چشت کی وجہ سے خطۂ پنجاب میں گلشنِ فقر پر بہار آئی ہوئی تھی۔ مہار شریف، تونسہ شریف، چاچڑاں، سیال شریف، جلال پور شریف اور گولڑہ شریف میں اکابر چشتیا اپنے پاک نفوس سے لوگوں کے دلوں کو عشق الٰہی سے معمور کر رہے تھے ۔ اور اسلامی معاشرہ میں اللہ ہو اللہ ہو کا نعرہ بلند ہو رہا تھا۔ حضرت سید فضل شاہ صاحبؒ نے اس ماحول میں تربیت پائی ۔ علوم دینی کی تکمیل مولینا محمد عبدالرحیم ساکن کڑی شریف اور دیگر جید علماء نے کرائی ۔ منازلِ فقر آپ کے جد بزرگوار حضرت پیر حیدر علی شاہؒ نے بکمال شفقت طے کرائیں ۔ اور جب آپ کے والد بزرگوار خواجہ محمد مظفر علی شاہؒ کا ۱۳۳۵ھ (مطابق ۱۹۱۷ء) میں وصال ہوا ۔ تو آپ سجادہ نشین ہوئے ۔ چار سال پہلے (۱۳۳۱ھ/۱۹۱۳ء) آپ بلاد اسلامیہ کی سیر اور حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہو چکے تھے ۔ اس سفر حج کی روداد[1] اپنی کم عمری (۱۹ سال) کے باوجود آپ نے جس دردمندی، جذبۂ ملی اور بالغ نظری سے لکھی ۔ اس کا مطالعہ آج بھی ایمان میں تازگی پیدا کر دیتا ہے اور ایسی بصیرت عطا کرتا ہے ۔ جو زندگی بھر کیلئے امت مسلمہ کی خدمت کے لئے بیتاب کر دے ۔

---

[1] ملاحظہ فرمائیے "کتاب امیر حزب اللہ" صفحات ۳۴ تا ۱۹۴۔ یہ کتاب آپؒ کی سیرت پر مشتمل ہے اور ۵۶۰ صفحات پر پھیلی ہوئی ہے، کتابت، طباعت، جلد، سرورق دیدہ زیب آپ کے عہد کی جامع تاریخ، بصارت و حکم سے لبریز، ادارہ حزب اللہ جلال پور شریف ضلع جہلم سے ملتی ہے ۔

marfat.com

سجادہ نشین کی حیثیت سے بھی آپؒ کے فرائض بڑے گراں تھے۔ لنگر شریف کا انصرام و انتظام اور اپنے کئی لاکھ متوسلین کی روحانی تربیت کا کام مسلسل توجہ اور متواتر مصروفیت کا متقاضی تھا۔ ان فرائض کو آپ نے بکمال متعدی اور بوجوہ احسن انجام دیا۔ دربار عالیہ کی رونق میں اس قدر اضافہ ہوا۔ کہ بایدوشاید لیکن اس کے ساتھ ضروریاتِ زمانہ کے مطابق اعلائے کلمۃ اللہ اور مسلمانوں کو تمکن فی الارض دلانے کی خاطر آپؒ نے جو مجاہدانہ گرم جوشی دکھائی وہ بھی ایک بڑی روح پرور اور جرأت افروز داستان ہے۔

انگریز ۱۸۵۷ء سے مکمل طور پر برصغیر پر قابض ہو چکے تھے۔ انھوں نے ہندوؤں کو ہر طرح کی مراعات دی تھیں۔ اور مسلمانوں کو کچلنے کے لئے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا تھا مسلمان اکابر جذبۂ ملی کے تحت امتِ مسلمہ کو پیغام بیداری دے رہے تھے حضرت ابو البرکات سید محمد فضل شاہ صاحبؒ نے بھی اپنی جگہ پر اس مبارک کام کو شروع کر دیا۔ گہرے غور و فکر کے بعد ایک عظیم تحریک حزب اللہ کے نام سے ۱۹۲۷ء میں شروع کی اور امیر حزب اللہ کی حیثیت سے اسے کامیاب بنانے کیلئے مصروفِ کار ہو گئے۔ آپؒ نے اس وقت استقلالِ قومی کی آواز بلند کی اور مسلمانوں کو "وَاَنْتُمُ الاَعْلَوْنَ" کی نوید سنائی جب مسلم لیگ ابھی سلطنتِ برطانیہ کے زیرسایہ چند سیاسی حقوق حاصل کرنے کے لئے کوشاں تھی۔ تحریر و تقریر کے ذریعے آپ نے مسلمانوں کو ایک باوقار نصب العین کی خاطر جدوجہد کرنے کی ترغیب دی۔ آپؒ کے رسائل، مقالات اور خطبات محفوظ ہیں۔ آپؒ اردو زبان کے اعلیٰ درجے کے ادیب اور فصیح البیان مقرر تھے۔ آپؒ نے سال ہا سال تک مسلسل دورے کئے۔ اور ایک ایک گاؤں میں حزب اللہ کی شاخیں قائم کیں۔ اراکین کی تعداد بڑھائی اور رضا کار بھرتی کئے۔ سفر کی صعوبتیں آپؒ کھلے دل اور خندہ پیشانی سے برداشت کیا کرتے تھے۔ آپ نے اپنی صحت، توانائی اور تمام تر قابلیت اس مقصدِ رفیع کے حاصل کرنے کے لئے نثار کر دی۔ آپؒ جذبۂ للہیت سے سرشار تھے۔ بے غرضی اور بے نفسی کا عجیب عالم تھا۔ اپنی تقاریر میں آپؒ بار بار فرمایا کرتے ؎

اب ہو رہے گا عشق و ہوس میں بھی امتیاز
آیا ہے جب مزاج ترا امتحان پر

marfat.com

عشقِ الٰہی نے یہ سب کچھ کرایا۔ استحکامِ دینی کی خاطر آپؒ نے تمام تکلیفیں اٹھائیں۔ اور ملتِ اسلامیہ کی سربلندی کے لئے جان عزیز جوکھوں میں ڈالی۔ تاآنکہ پاکستان بن گیا۔ اور بفضلہٖ تعالیٰ ہماری ملت کو ایک مضبوط حصار مل گیا۔

اگرچہ حصولِ پاکستان کیلئے آپ نے غیر معمولی جوشِ عمل سے کام لیا۔ قائدِ اعظم محمد علی جناح کی ہمیشہ پرزور تائید کی۔ لیکن چونکہ یہ سارا کاروبارِ عشق تھا، ہوس سے قطعاً مبرا، آپؒ دنیوی مقاصد سے بالکل الگ تھلگ رہے۔

۱۹۵۸ء میں آپ پر فالج کا شدید حملہ ہُوا۔ علاج کیلئے آپ کو لاہور پہنچایا گیا۔ مرض میں خاصہ افاقہ ہوگیا۔ مگر سابقہ صحت بحال نہ ہوئی۔ زبان میں لکنت پیدا ہوگئی۔ نشست و برخاست بمشکل ہوتی تھی۔ البتہ ان ایام میں روحانی کمالات میں ایسا اضافہ ہوا کہ آپ آیۃ من آیات اللہ نظر آتے تھے۔ جس طرح بھی بن پڑتا۔ آپؒ نماز میں قیام، رکوع اور قعود وغیرہ کی شرائط پوری کرتے تھے۔ احباتے شریعت آپؒ کا منصب تھا۔ آپؒ کا وصال ۷ ارشعبان المعظم ۱۳۸۶ھ مطابق بجم دسمبر ۱۹۶۶ء کو ہوا اور آپ کو جلال پور شریف میں اپنے جدِ بزرگوار کے دائیں پہلو میں دفن کیا گیا۔ یہ عظیم الشان حسین وجمیل مقبرہ آپ ہی نے تعمیر کرایا تھا۔ کیا مبارک وجود تھا۔

آں جانِ پاک بود فروغِ حیاتِ ما
چوں رفت نظمِ زندگیٔ این و آں برفت

وصال کے بعد آپؒ کی روح پرفتوح کی طرف سے بعض ایسے خرقِ عادات واقعات کا ظہور ہوا۔ کہ عقل دنگ ہے۔

آپ کو فی الواقعہ حسن یوسف عطا ہوا تھا۔ اس کے ساتھ آپؒ بے حد خوش پوش تھے۔ اس لحاظ سے امیر سے امیر آدمی آپ کے سامنے ماند پڑجاتا تھا۔ نفیس خوبصورت اچکن، طرہ دار سفید دستار، سفید شلوار، نفیس عینک، منقطع ریش، نورانی چہرہ اور پاؤں میں چکوال کا زری جوتا اور پھر آپؒ ایسے خوش اخلاق، کریم النفس اور غریب نواز تھے کہ لوگ فرطِ عقیدت سے

marfat.com

آپؒ پر گرے پڑتے تھے۔ ہر شخص یہی محسوس کرتا کہ جتنے مہربان مجھ پر ہیں اور کسی پر نہیں۔ مستجاب الدعوات ایسے کہ دعا کیلئے ہاتھ اٹھتے اور اہل حاجت کی مشکلات دور ہو جاتیں۔ صاحبِ تاثیر ایسے کہ جو بھی قریب آتا اس کا سینہ عشق الٰہی سے گرم ہو جاتا۔ آپ کی نگاہ کی یہ مجال تھی کہ نیازمندوں نے مقامات تصوف آسانی سے طے کئے۔ انہیں اوراد و وظائف میں شب و روز مصروف رکھنے کی بجائے اپنے مرشدِ کامل کی خدمت میں بار بار حاضری کی آپؒ ہمیشہ تاکید فرمایا کرتے تھے۔ مسلسل جہاد فی سبیل اللہ اور جہاد بالنفس کی وجہ سے آپؒ کا ذات باری تعالیٰ سے عجیب و غریب رابطہ قائم ہو گیا تھا۔ اصطلاح تصوف میں فنا فی اللہ کے بعد بقا باللہ کی نوبت آگئی تھی۔ اور اذا تم الفقر فھو اللہ کی حقیقت آپؒ کی ذات سے عیاں تھی۔ زندگی بھر آپؒ کا عمل اس شعر پر رہا جو زیب عنوان ہے۔ آپ کا اٹھنا بیٹھنا، چلنا پھرنا، صرف رضائے الٰہی کے لئے تھا۔ عظیم ارادے دل میں صرف محبوبِ حقیقی کی رضامندی کیلئے پیدا کئے اور ان کی تکمیل کے لئے عمر بھر دوڑ دھوپ صرف اسی کی خوشنودی کی خاطر کی۔ ایسے جانباز مردانِ خدا روز روز کہاں پیدا ہوتے ہیں۔

جو قیس بے قرار کسی کی طلب میں تھا جنسِ وفا کا ہائے خریدار اب کہاں
جو سر فروش حق کے لئے جاں بکف رہا کچھ تو کہو کہ پیکرِ ایثار اب کہاں
سو جان سے فدا تھا جو ربِّ ودود پر وہ جان نثارِ احمد مختارؐ اب کہاں
تھا فقر کا کمال کہ انوارِ ذات تھے شبلیؒ کا اور جنیدؒ کا دیدار اب کہاں!

آپ نے بدعتوں اور فضول رسموں کا خاتمہ کیا۔ معاشرے میں صالح اعمال کو رواج دیا۔ مسلمانوں کو پیغام دیا کہ زندہ رہو تو شان کے ساتھ اور مرو تو ایمان کے ساتھ۔ چنانچہ آپؒ کے نیازمندوں کو دینی اور دنیوی دونوں قسم کی برکات حاصل ہوئیں۔ نادار دولت مند ہو گئے۔ جو فاسق و فاجر تھے۔ انھوں نے اطاعتِ حق اپنا شعار بنا لیا۔ جو نماز کے تارک تھے پابند صوم و صلوٰۃ اور تہجد خواں بن گئے۔ معارف قرآنی اور اسرارِ فقر سے ہر ایک کو بقدر ظرف حصہ ملا۔

marfat.com

ان علاقوں میں نماز باجماعت بمشکل ادا کی جاتی تھی۔ وہاں باقاعدگی سے جمعہ پڑھایا جانے لگا۔ قرآن
اسلام اور بانیٔ اسلام (روحی فداہ) کی محبت دلوں میں گھر کر گئی۔ آپؒ کے مرید فنا فی الشیخ کے بعد
فنا فی الرسول کی منزل پر معاً رسائی حاصل کر لیتے تھے۔ آپؒ نے ہمیشہ جہاد کی تشویق دلائی۔
لازماً دلوں میں شہادت اور جانفروشی کا جذبہ پیدا ہوا۔ معاشرے میں ایک عجیب ولولہ انگیز اور
ایمان افروز حرکت نمودار ہوتی۔ آپؒ کی تعلیمات کے اثرات ہمہ گیر تھے۔ بیک وقت کئی قسم
کے مبارک نتائج برآمد ہوتے۔ آپ کا تجدیدی کارنامہ ہر لحاظ سے قابلِ تعریف ہے۔ مگر — آہ!

ع۔ اک پھول جس میں جمع تھا گلزار اب کہاں؟

خداوند تعالیٰ کی رحمتوں کا نزول آپؒ کی ذات پر ابدالآباد تک جاری رہے۔ آمین، ثم آمین!

آپ کے فرزند اکبر صاحبزادہ سید برکات احمد صاحب آپؒ کے جانشین ہیں۔ سلیم الطبع اور بلند نگاہ۔ گورنمنٹ کالج لاہور سے بی اے پاس کرنے کے بعد علوم عربی کی تکمیل مولوی نجم الدین مرحوم پروفیسر عربی اورنٹیل کالج لاہور سے کی۔ ریٹائر ہونے کے بعد مولوی صاحب اس نیک مقصد کیلئے جلال پور شریف قیام پذیر ہو گئے تھے۔ مخدومی صاحبزادہ صاحب نے دنیا کے بیشتر ممالک کو دیکھا ہے۔ اس لئے آپ وسیع معلومات رکھتے ہیں اور امیر حزب اللہ ثانی کی حیثیت سے اپنے والد ماجد کی تحریک کو آگے بڑھا رہے ہیں۔ روحانی اعتبار سے بھی ماشاء اللہ آپ خاندانِ چشتیا کے نور چشم ہیں۔ اللہ تعالےٰ آپ کے فیوض و برکات گوشے گوشے میں پہنچائے۔ آمین۔

marfat.com

حضرت ابوالبرکاتؒ کا ایک اور مرغوب شعر

نزاکت ہاست در آغوشِ میناخانہ حیرت
مژہ برہم مزن تا نشکنی رنگِ تماشا را

marfat.com

قطعۂ تاریخِ وصالِ حضرتِ ابوالبرکات رحمۃ اللہ علیہ

حسرتا آں فاضل و روشن ضمیر — عارف و کاملِ فقیہہِ بے نظیر
جانشینِ پیرِ حیدر شاہ ولی — منبعِ عرفان ، اولادِ علیؓ
مخزنِ برکات، قطب الاولیاء — مرکزِ حسنات ، شیخ الاصفیا
سیّدِ والانسب، صاحب جمال — بے نظیر و بے عدیل و بیمثال
عالم و واعظ خطیبِ خوش بیان — ہادیِ راہِ ہدایت بے گماں
آں امیرِ قافلہ دانائے راز — مظہرِ انوارِ ربِ بے نیاز
ماہتابِ معرفت ، شمعِ ہیال — نورِ حیدر محرمِ بزمِ جلال
آں امام الاتقیا ، نورِ مبیں — رفت از ما سوئے فردوسِ بریں

سالِ وصلش گفت ایں برقِ حزیں
آہ بد فیاض سجّادہ نشیں

۱۳۸۶ھ

(فقیر ابوالکمال برقؔ نوشاہی قادری)

marfat.com

حضورؒ ——— کے

وصال کے دیگر مادہ ہائے تاریخ

۱ ——— وصالِ شمس العارفین ابوالبرکات امیر حزب اللہ ——— ۱۹۶۶ء

۲ ——— وصالِ محبوب حق سیّد فضل شاہ صاحب جلال پوری ——— ۱۹۶۶ء

۳ ——— انتقالِ چشتیؒ کامل ——— ۱۳۸۶ھ

۴ ——— بندۂ حق فضل شاہ ——— ۱۳۸۶ھ

۵ ——— رَحِمَہُ اللہ محمد فضلشاہ ——— ۱۳۸۶ھ

۶ ——— مہتابِ عرفان، ممتازِ اولیاء ——— ۱۳۸۶ھ

۷ ——— رُوحِ بے نظیر ——— ۱۳۸۶ھ

ابوالکمال برقؔ

marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلَا اِنَّ حِزْبَ اللّٰہِ ھُمُ الْغَالِبُوْن

امیر حزب اللہ ثانی

حضرت پیر سید برکات احمد شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

کے مختصر

حالات زندگی

marfat.com

marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

☆ ﴿پیش لفظ﴾ ☆

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم اما بعد!

آج مادہ پرستی کے دور میں ہر شخص مادی ثروت، لذت، مسرت اور جاہ و منصب کے حصول کیلئے دیوانہ وار مصروف عمل ہے۔ اس پر آشوب دور میں انسان کو اس بات کی کوئی پرواہ نہیں کہ پاکیزہ اخلاقی قدریں کس طرح پامال ہو رہی ہیں۔ روحانیت کا رخ زیبا کیونکر مسخ ہو رہا ہے۔ اگر یہ دیوانگی ہمیں کسی اچھے انجام سے دوچار کرتی تو ہم قطعاً اس کے خلاف صدائے احتجاج بلند نہ کرتے۔!

ہم دیکھ رہے ہیں کہ امت مسلمہ بڑی تیزی سے زوال و انحطاط کے گڑھے کے قریب ہوتی چلی جارہی ہے۔ جس میں جو قوم ایک بار گر جاتی ہے اسے دوبارہ اٹھنا نصیب نہیں ہوتا۔ ملت کے بہی خواہوں پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ اپنی جملہ توانائیاں بروئے کا[illegible]ر اپنی ملت کی [illegible]لاح کا سامان پیدا کریں۔ اس کا مؤثر ترین طریقہ یہ ہے کہ ان پاکیزہ فطرت ہستیوں کی زندگی کا حسین مرقع ملت کے نوجوانوں کی خدمت میں پیش کیا جائے۔ جن کی زندگی للٰہیت، خلوص، قناعت، استغناء، جرأت، عفو و درگزر اور ہمدردی ایسے اوصاف حمیدہ سے عبارت ہو۔

تو جامعہ حیدریہ فضل العلوم زیر اہتمام آستانہ عالیہ جلال پور شریف کے شاہین صفت طلباء کی تنظیم "بزم حیدریہ" کو اسی فرض کی ادائیگی کے احساس نے مجبور کیا کہ وہ اپنے نوجوانوں کی خدمت میں اعلیٰ حضرت خواجہ غریب نواز پیر سید غلام حیدر علی شاہ بادشاہ و حضرت امیر حزب اللہ پیر

marfat.com

سید محمد فضل شاہ صاحب رحمہ اللہ علیہما اور حضرت امیر حزب اللہ ثانی پیر سید برکات احمد شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ ایسے یگانہ روزگار درویشوں کی سیرت طیبہ پیش کریں۔ جنہوں نے رشد و ہدایت کی مشعل تاباں ہاتھ میں لے کر جہالت، فسق و فجور کی گھٹا ٹوپ تاریکیوں میں ڈوبے ہوئے اس خطۂ ارضی کو جگمگا دیا۔ ظلمتیں مٹ گئیں۔ ہر طرف یاد الٰہی کے چراغ روشن ہو گئے۔ نغمۂ توحید کی روح پرور صدائیں دل لبھانے لگیں۔

چنانچہ ''بزم حیدریہ'' نے آستانہ عالیہ کی تصنیفات ملفوظات حیدری اور ذکر حبیب کے بعد ''مجمع البحرین'' کی طباعت کی سعادت حاصل کی ہے۔ اس کتاب میں پہلے اعلیٰ حضرت غریب نوازؒ اور حضرت امیر حزب اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مختصر تذکرہ موجود تھا اور اب کی بار اس میں حضور پیر سید برکات احمد شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا مختصر تذکرہ بھی شامل کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اراکین بزم حیدریہ کی اس ادنیٰ کاوش کو شرف قبولیت سے نوازے اور ان کی اخروی نجات کا سبب بنائے۔ اور قارئین کرام کو اس سے کما حقہ استفادہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

ذرۂ بے مقدار

سیکرٹری نشر و اشاعت بزم حیدریہ

آستانہ عالیہ حیدریہ جلالپور شریف (ضلع جہلم)

marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بندگان خدا کو نہ ماضی کا غم اور نہ مستقبل کا اندیشہ ــــ وہ اللہ تعالیٰ سے راضی' اللہ تعالیٰ ان سے راضی ــــ وہ دنیا میں بھی سرفراز وارجمند ــــ اور ــــ آخرت میں بھی سرخرو و سربلند۔ اللہ رب العزت کے دوست' محبوب خدا علیہ التحیۃ والثناء کی اس سچی محبت کے پاسدار و وفا شعار ہوتے ہیں۔ جو دو عالم سے بیگانہ و بے نیاز کر دیتی ہے۔ بقول کسے ؎

دل کو دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ
عجب چیز ہے لذت آشنائی

وہ محبت' رحمت و شفقت اور ہدایت و عنائت کے بند دریچے وا کر دیا کرتی ہے۔ اولیاء کرام اس ادب آموز محبت میں بہت ارفع و اعلیٰ مقام رکھتے ہیں۔ ان کے دل میں سارا جہاں سمٹا ہوا معلوم ہوتا ہے ــــ ان کی بندہ نوازیاں ــــ جاں گدازیاں ــــ اور ــــ دلداریاں ــــ دلوں کو کھینچ لیتی ہیں۔ ان کے ہاں لفظ ــــ محبت ــــ کے علاوہ ــــ کوئی بات سنائی تک نہیں دیتی۔ جسم کی تربیت والدین کرتے ہیں ــــ دماغ کو استاد پروان چڑھاتے ہیں ــــ اور ــــ روح کی اٹھان ان مردان خدا کے ذریعے ہی ممکن ہوتی ہے۔ جو ہمیں مرنا اور جینا سکھاتے ہیں ــــ واصل باللہ کرتے ہیں ــــ دلوں کو جوڑتے ہیں ــــ روح کو بیدار کرتے ہیں۔ افراتفری' دربدری' نفرت' بیگانگی' بے زاری اور اجنبیت کے اس ماحول میں اللہ تعالیٰ کے دوستوں کی صحبت اکسیر اعظم کا کام دیتی ہے ــــ وہ لوگ دنیا کی بھول بھلیوں اور مادیت کی دلدلوں سے نکال کر وسعتِ فکر و نظر ــــ اور ــــ جلائے قلب و جگر عطا کرتے ہیں۔ ان کے فیض صحبت سے سارا جہاں بازیچۂ اطفال نظر آنے لگتا ہے۔ اولیاء اللہ کی خانقاہیں طاقت و قوت کا ایسا سرچشمہ ہوتی ہیں جہاں روح انسانی کا مزاج ڈھلتا ہے ــــ جہاں سے معنوی حیات کے چشموں کا دھارا پھوٹتا ہے ــــ ان خانقاہوں نے تاریخ میں اہم کردار ادا کیا ــــ معاشرے سنوارا ــــ سلطنتوں کو بنایا اور سلجھایا ــــ زمانے کا رخ پلٹ دیا ــــ باطل کا تخت الٹ ــــ

marfat.com

دیا — انہوں نے دلوں پر حکومت کی — سنگ وخشت پر حکومت فانی ہے — مگر — دل وجان کی حکمرانی جاویدانی ہے۔

قلندر لاہوری نے کیا خوب کہا تھا ؎

دبدبہ قلندری طنطنہ سکندری
آن ہمہ جذبہ کلیم این ہمہ سحر سامری
آن بہ نگاہ می کشد این باسپاہ می کشد
دوجہاں کشا ستند ہردو دوام خوستند
این بادلیل قاہری آں بادلیل دلبری

ترجمہ: 1 قلندری جاہ وجلال سرتاپا جذبہ کلیم کا عکس جمیل ہوتا ہے۔ اوسکندری شان و شوکت سامری کے جادو کی کرشمہ سازی ہے۔

2۔ قلندر اس جہان آب وگل کو اپنی نگاہ ناز سے مسخر کرتا ہے۔ جبکہ سکندر لشکر وسپاہ سے — قلندر کی پکار اول تا آخر پیار' محبت' صلح او رامن ہے اور سکندر کا وجود کلیتاً جنگ اور انسانوں پر خدائی کے جذبہ سے عبارت ہے۔

3 قلندر ہو کہ سکندر — دونوں دنیا کو زیرنگیں اور اپنی حکمرانی وسلطانی کو قائم ودائم رکھنے کے متمنی ہیں — فرق صرف اتنا ہے — کہ اس مقصد کے حصول کے لئے سکندر جبر و قہر کا سہارا لیتا ہے اور قلندر انداز دلبری وحسن ودلکشی کا۔

آج مجھے ایسے ہی ایک مرد قلندر کا تذکرہ مقصود ہے جس کے پیکر لطیف سے تراشیدہ ہیرے کی طرح روشنی پھوٹتی تھی — چہرے کی تابندگی سے اجالا پھیلتا تھا — جبینِ ناز سے صفات حق کا عکس دکھائی دیتا تھا — جن کا نام نامی' اسم گرامی جناب حضرت پیر سید برکات احمد شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہے۔

آپ ایک ایسے نابغۂ روزگار مرد جلیل اور رجل رشید تھے جن کی زندگی کا ہر ہر لمحہ سنت

خواجہ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے منور تھا۔ عجز وانکسار' بندہ پروری' لطف وکرم اور محبت وشفقت ایسے اوصاف حمیدہ ان کے خانوادہ اور فطرت کا حصہ تھے۔ آپ کے انداز گفتگو میں ذوق کلام کا لطیف رس تھا۔ آپ کی آواز دھیمی اور پرسوز تھی۔ بہت کم بولتے —— جب بولتے اور جتنا بولتے —— کبھی رائیگاں نہ جاتا۔ تاثیر آپ کے کلام کی نقیب تھی۔ یہی وجہ تھی کہ تعصب زدہ دماغ بھی آپ کے منہ سے اسلام اور اصلاح احوال کی بات سننے پر آمادہ ہو جاتا تھا۔ اور یہ بات عام مشاہدے میں آئی ہے کہ جو لوگ پہلے فقط نام کے مسلمان تھے وہ آپ کی تلقین وارشاد سے اسلام کے مخلص وفا شعار اور سچے شیدائی بن گئے۔ نیچی نگاہوں میں قوت تسخیر اپنے کرشمے دکھایا کرتی تھی۔ آپ جس آدمی کو ایک بار نظر بھر کر دیکھ لیتے وہ یہ کہتے ہوئے آپ کا ہی ہو کر رہ جاتا ہے

ہمیں بھی تو نے کبھی مسکرا کے دیکھا تھا
تیری نظر کا وہ قرض آج تک ادا نہ ہوا

گو آپ آج ہمارے درمیان بظاہر موجود نہیں —— مگر آپ کی حسین یادیں —— دلآویز باتیں اور پرمغز افکار —— آج بھی ہمارے لئے منارۂ نور ہیں جن سے لاکھوں بھٹکے ہوئے' راہ ہدایت کے متلاشی' ہدایت پا رہے ہیں۔ اور اپنی دنیاوی واخروی زندگی کو کامیاب و کامران بنا رہے ہیں۔

سلسلہ عالیہ چشتیہ کے گوہر درخشاں' سرتاج الاولیاء والاتقیاء اعلیٰ حضرت خواجہ پیر سید غلام حیدر علی شاہ بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ ایک ولی کامل' عظیم الفطرت' جلیل القدر اور خدا تعالیٰ کے برگزیدہ انسان تھے۔ آپ کا روحانی سلسلۂ عقیدت آستانہ عالیہ سیال شریف سے ہوتا ہوا جناب رسالتماب حضرت محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء سے جا ملتا ہے۔ آستانہ عالیہ سیال شریف سے عقیدت کا یہ عالم ہے کہ آج بھی تمام روحانی اور دنیاوی عروج کے باوجود پیر خانہ سے کوئی بھی حضرت ملیں تو ان کے حضور آپ کے خاندان عالیہ کا ہر فرد سراپا عجز وانکسار بن جاتا ہے۔ اور ان کی خدمت وتعظیم کو اپنے لئے باعث صد افتخار سمجھتا ہے۔

marfat.com

آپ سے آستانہ عالیہ حیدریہ جلالپور شریف کی ابتداء ہوئی۔ اور آپ کی چوتھی پشت سے حضور قبلہ پیر سید برکات احمد شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ۲۱ ربیع الثانی ۱۳۳۶ ھ بمطابق ۳ فروری ۱۹۱۸ء کو ضلع جہلم کے ایک قصبہ جلال پور شریف میں پیدا ہوئے۔ آپ چونکہ ولی عہد تھے اس لئے آپ کی پیدائش پر لنگر شریف میں بڑی خوشی منائی گئی۔ پیر بھائی بہت مسرور تھے۔ آپ کی ولادت باسعادت کی پر مسرت تقریب پر صوفی محمد دین صاحب ایڈیٹر ''صوفی رسالہ'' نے قصیدہ تہنیت بطور مسدس لکھا۔ جس کے چند اشعار ہدیہ قارئین ہیں۔

نئی سی شادمانی آج کیوں عالم پہ طاری ہے
نرالے رنگ میں کیوں موجۂ باد بہاری ہے
نہ قمری کو نہ بلبل کو چمن میں بے قراری ہے
جدھر دیکھو ادھر دریائے جشن عیش جاری ہے
شجر پر کیف ہیں شاخیں نظر آتی ہیں مستی میں
کھلا ہے کیا کوئی نیا شگوفہ باغ ہستی میں

سنو بلبل کے نغمے میں نیا اعلان ہے کوئی
وہ دیکھو دامن گل میں نیا سامان ہے کوئی
کوئی مرغ چمن سکتے میں ہے حیران ہے کوئی
نیا اس باغ میں آیا ہوا مہمان ہے کوئی

بنایا شاخ نخل گل نے سہرا گل فشانی کا
کیا شبنم نے صحن باغ میں چھڑکاؤ پانی کا
جوانان چمن اس کو چمن آراء سمجھتے ہیں
تمام اہل ولا اللہ کا پیارا سمجھتے ہیں

marfat.com

اگر ماں باپ اس کو آنکھ کا تارا سمجھتے ہیں
تو جو ہیں دیکھنے والے وہ مہ پارہ سمجھتے ہیں
خدا نے برکتوں والا بنایا اس کو بے حد ہے
اسی نسبت سے اس کا نام بھی برکات احمد ہے

آپ کا خاندان عالیہ دینی اور روحانی اعتبار سے ایک ارفع و اعلیٰ مقام رکھتا ہے۔ اور پشت در پشت لوگوں کیلئے رشد و ہدایت کا سرچشمہ بنا ہوا ہے۔ جہاں نہ صرف دینی اور روحانی بلکہ دنیاوی فیض و برکت بھی حاصل ہوتی ہے۔ آپ کے والد گرامی حضرت سید محمد فضل شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ ایک متحرک انتھک اور باعمل مجاہد تھے۔ انگریز کے دور میں آپ نے مسلمانوں کو متحد اور فعال کرنے کی خاطر بے شمار مقامات کے سالانہ دورے فرمائے۔ اور اپنے عمل، خطابات اور تقریروں سے مسلمانوں میں آزادی کے حصول کی خاطر جدوجہد کرنے کی ایک نئی روح پھونکی۔ اسی غرض سے آپ نے ایک جماعت ''حزب اللہ'' کی داغ بیل ڈالی۔ جس کے مجاہد جلالپور شریف کی سڑکوں اور پہاڑوں پر بندوقوں، بیلچوں اور لاٹھیوں سے مسلح ہو کر مارچ کرتے اور نظم و ضبط کی تربیت حاصل کرتے۔ آپ مسلمانوں کو اولوالعزمی ''ایک بنو اور نیک بنو'' ''اللہ کا غلام کسی کا غلام نہیں ہو سکتا'' اور ''زندہ رہو تو شان کے ساتھ اور مرو تو ایمان کے ساتھ'' جیسے حیات افروز سبق دیا کرتے تھے۔ تحریک پاکستان میں دیگر مشائخ کی طرح آپ نے قائداعظم محمد علی جناح کے ساتھ بھرپور تعاون کیا۔ 1948ء میں پاکستانی فوج انتہائی قلیل تھی۔ صوبہ سرحد اور صوبہ پنجاب سے مسلمان جہاد کشمیر کیلئے کمربستہ ہوئے تو حزب اللہ کے رضا کار بھی جہاد میں شامل ہوئے۔ مقصد اعلائے کلمۃ اللہ، حصول آزادی اور مسلمانوں کے مال و اسباب کا تحفظ تھا۔

''شہادت ہے مطلوب و مقصود مومن
نہ مال غنیمت نہ کشور کشائی''

حضرت پیر سید برکات احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کی پرورش عظیم والد کے زیر سایہ انتہائی پاکیزہ

marfat.com

ماحول میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم آپ نے گھر میں حاصل کی۔ جس میں مذہبی تعلیم کا حصول شامل تھا۔ میٹرک کا امتحان پرائیویٹ طور پر دیا۔ جس کے دوران میں آپ کی تعلیمی خدمات جناب ڈاکٹر عبدالغنی مرحوم نے سرانجام دیں۔ 1939ء میں آپ نے گورنمنٹ کالج لاہور سے بی اے کا امتحان پاس کیا۔ اس دوران میں عربی اور فارسی کی تعلیم آپ ساتھ ساتھ حاصل کرتے رہے۔ گریجویٹ بننے کے بعد جلالپور شریف میں آپ کی دینی تعلیم کا انتظام ہوا۔ مولوی نجم الدین مرحوم پروفیسر یونیورسٹی اورینٹیل کالج لاہور آپ کے اتالیق مقرر ہوئے۔ اور آپ نے تفسیر' حدیث' فقہ' منطق' صرف ونحو اور عربی ادب میں نصاب نظامیہ کی تکمیل کی۔ آپ کا ارادہ ''الازہر یونیورسٹی قاہرہ (مصر)'' میں داخلہ لینے کا تھا۔ تمام تیاریاں ہو چکی تھیں۔ مگر 1939ء میں جنگ عالمگیر دوم شروع ہوگئی۔ اور مصر نازیوں اور اتحادیوں کی باہمی کشمکش اور نبرد آزمائیوں کا میدان بن گیا۔ اس لئے آپ کا یہ مبارک ارادہ پایۂ تکمیل تک نہ پہنچ سکا۔

چنانچہ بے کاری کو ناپسند کرتے ہوئے 1942ء میں آپ نے حکومت ہند کی وزارت زراعت میں ڈپٹی ڈائریکٹر کے طور پر منصب سنبھالا۔ جوہر قابل بھی ہوتا ہے' اپنی آب وتاب دکھاتا ہے۔ محکمہ خوراک میں آپ نے بے نظیر محنت' مستعدی' فرض شناسی' دیانتداری اور بالغ نظری سے اپنے فرائض منصبی ادا کئے۔ اور بہت جلد آپ ڈائریکٹر بن گئے۔ پاکستان بنا تو اسی حیثیت سے آپ مرکزی حکومت کے محکمۂ خوراکت میں شامل ہوگئے۔ اور اندرون ملک اور بیرون دنیا سے حکوم ت پاکستان رسد اور خوراک کے سلسلے میں جو کچھ خرید وفروخت کرتی رہی وہ آپ کے ہاتھوں ہوتا رہا۔ اس سلسلے میں آپ کو مختلف ممالک میں آنے جانے کا اتفاق بھی ہوا۔ مرکزی حکومت میں آپ کی دیانت' امانت' راستبازی اور شرافت کا بڑا شہرہ ہوگیا۔

اٹلی میں آپ Rice Group اور GRain Group کے بالترتیب صدر اور نائب صدر رہے۔ چار سال تک آپ FAO کی فنانس کمیٹی کے رکن رہے۔ مختلف سفارتی اور زراعتی کانفرنسوں میں آپ نے مشرق بعید' مشرق وسطیٰ اور یورپ میں حکومت پاکستان کی نمائندگی

marfat.com

کی۔

۱۸ شعبان المعظم ۱۳۸۶ھ بمطابق یکم دسمبر ۱۹۶۶ء کو آپ کے والد ماجد حضرت امیر حزب اللہ ابوالبرکات سید محمد فضل شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ وصال فرما گئے۔ (انا للہ و انا الیہ راجعون) ۔خالق لازوال نے اپنی مخلوق میں فانی ہونے کا خمیرہ شامل کر کے جہاں عظیم ہستیوں کو پردہ پوش فرمایا وہاں یہ بھی واضح فرمایا کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جانیں قربان کرتے ہیں انہیں مردہ نہ سمجھو۔ بلکہ وہ زندہ ہیں مگر انسان اس کا شعور نہیں رکھتے۔

ہر گز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

عظیم والد کی فرقت، حضور کی ذمہ داریوں میں اضافہ کر گئی۔ جہاں آپ نے اہل خاندان کی دلجوئی فرمائی وہاں لاکھوں عقیدتمندوں کی روحانی راہنمائی اور پیاس بجھانے کی ذمہ داری بھی قبول فرمائی۔ جس کی وجہ سے آپ نے وطن واپس آنے کو ترجیح دی۔ ۱۹۶۷ء سے پانچ سال تک آپ وزارت زراعت وخوراک اسلام آباد میں آفیسر آن سپیشل ڈیوٹی رہے۔ ۱۹۷۴ء سے ۱۹۷۶ء تک بحیثیت ممبر فیڈرل سروسز ٹریبونل، کیبنٹ ڈویژن سے منسلک رہے۔ جس کے بعد ۱۹۷۸ء تک آپ جائنٹ سیکرٹری کیبنٹ ڈویژن کے عہدے پر فائز رہے۔ اور اسی عہدہ سے ریٹائر ہوئے۔

آپ کو مطالعہ کا بہت شوق تھا۔ مختلف علوم وفنون کی بلند پایہ کتب آپ کے زیر مطالعہ رہتی تھیں۔ آپ کا ذاتی کتب خانہ اس لحاظ سے دیدنی ہے۔ دینی اور دنیاوی اعلیٰ تعلیم، بعد کے مطالعہ، سیر وسیاحت، اپنے فرائض منصبی کی انجام دہی، اعلیٰ درجے کے تعلیم یافتہ طبقے میں رہنے سہنے اور شاندار خاندانی روایات نے آپ کے دماغ کو گنجینۂ معلومات بنا دیا تھا۔ اور آپ کے اخلاق وکردار کو بڑی جلا عطا کی۔ انگریزی، عربی، فارسی اور اردو پر آپ کو مکمل عبور حاصل تھا۔ انگریزی اور اردو آپ ادیبانہ رنگ میں لکھتے تھے۔ مبدۂ فیاض نے ذہانت وفطانت کے ساتھ ساتھ آپ کو

marfat.com

سیرت کی خوبیاں بھی ارزانی فرمائی تھیں۔ آپ دینی تعلیمات کی تبلیغ و ترویج میں خاصی دلچسپی رکھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے ریٹائرمنٹ کے فوراً بعد بھرپور انداز سے ترویج دین اسلام کی طرف توجہ دی۔ اس مقصد کیلئے آپ نے جلالپور شریف جو کہ دریائے جہلم کے کنارے خوبصورت کہساروں اور حسین سبزہ زاروں کے درمیان واقع ہے، میں اپنے آباؤ اجداد کے حسین خوابوں کو علوم اسلامیہ کے عظیم مرکز جامعہ حیدریہ فضل العلوم کی بنیاد رکھ کر شرمندہ تعبیر کیا۔ اور اپنے جد اعلیٰ حضرت خواجہ غریب نواز رحمہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کہ ''اس خطہ سرزمین (جہاں آج کل دارالعلوم قائم ہے) سے مجھے قال اللہ و قال رسول ﷺ کی صدائے دلنواز سنائی دے رہی ہے۔'' اور صاحب امیر حزب اللہ کے فرمان کہ ''انشاء اللہ وہ دن بھی آئیں گے جب یہاں دارالعلوم جامعہ حیدریہ، قاہرہ کی الازہر یونیورسٹی کا جواب ہوگی۔ اساتذہ اور طلباء کا ایک جم غفیر ہر وقت موجود رہے گا۔ دینی علوم کی تدریس جدید تقاضوں کے مطابق ہوگی۔ اور جوہری توانائی کے دور میں جلالپور شریف کی یہ درسگاہ دنیا بھر کے لوگوں کیلئے سرچشمہ رشد و ہدایت ثابت ہوگی۔'' اور حضرت خواجہ غریب نواز او رحضرت امیر حزب اللہ رحمہا اللہ تعالیٰ نے احیائے اسلام کا جو خواب دیکھا پورا ہو جائے گا، کو سچ کر دکھایا۔

چنانچہ آپ نے جامعہ حیدریہ فضل العلوم کی تعمیر و ترقی کیلئے انتھک خدمات سرانجام دیں۔ اور اس میں شعبہ حفظِ قرآن اور شعبہ درس نظامی کا اہتمام کیا۔ اس طرح یہ ادارہ ۱۹۹۵ء تک قدیم درس نظامی کی طرز پر دینی خدمات سرانجا دیتا رہا۔

ازاں بعد آپ کے صاحبزادگان، پیر طریقت رہبر شریعت عالی جناب حضرت قبلہ پیر سید محمد انیس حیدر شاہ صاحب مدظلہ العالی سجادہ نشین آستانہ عالیہ جلالپور شریف و مرکزی صدر جمعیت علماء پاکستان اور عالی جناب تقدس مآب، واقف اسرار حقیقت، ماہر رموز معرفت، آیۃ من آیات اللہ جناب حضرت پیر سید محمد تنویر حیدر شاہ صاحب مدنی مدظلہ العالی زیب سجادہ آستانہ عالیہ جلالپور شریف نے جامعہ حیدریہ فضل العلوم کو جدید خطوط پر استوار کیا۔ اور اس میں علوم قدیمہ کے

marfat.com

علاوہ علوم جدیدہ یعنی مڈل' میٹرک' ایف اے' بی اے' اور ایم اے کا بھی اہتمام فرمایا۔ اور یہ برادران کریمان دامت برکاتہما العالیہ کی نظر شفقت ہے کہ ادارہ ہر آن ترقی کی منازل طے کر رہا ہے۔ اساتذہ اور طلباء کا جم غفیر موجود ہے۔ ہر سال طلباء علوم قدیمہ و جدیدہ کے امتحانات میں شاندار کارکردگی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ جو کہ باعث اطمینان ہے۔ طلباء کی کثرت کے پیش نظر جامعہ حیدریہ فضل العلوم کے ہاسٹل کی توسیع کیلئے تعمیرات کا کام جاری ہے۔

تو گویا جہاں آستانہ عالیہ جلالپور شریف روحانیت و معرفت کا عظیم سرچشمہ ہے وہاں تشنگان علم و حکمت کی سیرابی کا سامان بھی دامن میں لئے ہوئے ہے۔

"ذالک فضل اللّٰہ یوتیہ من یشأء"

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ او نہ رسیدی تمام بولہبی است

آپ لوگوں کو علم حاصل کرنے کی ترغیب فرماتے اور اس غرض سے ضرورتمندوں کی مالی اعانت بھی فرماتے۔ "خیر الناس من ینفع الناس" کے مصداق آپ لوگوں کی بھلائی کی خاطر کام کرتے۔ آپ سچائی' دیانتداری اور محنت و جدوجہد کے پرجوش علمبردار تھے۔ اپنے والد گرامی کی طرح علامہ محمد اقبال رحمہ اللہ تعالیٰ کی بامقصد' حیات آفریں اور فکر انگیز شاعری کو پسند فرماتے۔ آپ ہنس مکھ تھے۔ عقیدتمند اور پیر بھائی قدم بوسی کی کوشش کرتے تو تکریم انسانیت کے پیش نظر جھکنے سے بزور منع فرماتے۔ درویشوں اور خدمتگاروں سے آپ کے مشفقانہ ذاتی تعلقات تھے۔ آپ کے ایک خادم حاجی حبیب صاحب فوت ہوئے تو آپ ان کے گاؤں میت خود لے کر گئے۔ اور خود نماز جنازہ پڑھائی۔ آپ ایک اچھے اور قابل منتظم تھے۔ پیر بھائیوں اور دیگر زائرین کی سہولت کیلئے جلالپور شریف میں بہت سی تعمیرات کرائیں جن میں مہمان خانے' غسلخانے' پانی کا وافر انتظام اور دیگر توسیعی امور شامل ہیں۔

آپ نے اپنے لئے اور اپنے نیازمندوں کیلئے ہمیشہ رزق حلال کے حصول کو پسند

marfat.com

ہمیشہ دائیں بازو کی جماعتوں سے تعاون کو ترجیح دی۔ آپ اور مولانا عبدالستار خان صاحب نیازی رحمہ اللہ تعالیٰ نے سابق وزیراعظم مرحوم محمد خان جونیجو اور سابق وزیراعظم میاں محمد نواز شریف سے بھرپور تعاون کیا۔ سیاسی اختلاف کے باوجود آپ کی پاکیزہ، صلح جو اور بے داغ شخصیت مخالفین کیلئے بھی قابل تعظیم واحترام تھی۔ مارچ ۱۹۹۱ء میں آپ سینیٹر منتخب ہوئے اور احیائے دین اسلام اور حق وصداقت کی بالادستی کیلئے اپنا پارلیمانی کردار سرانجام دیتے رہے۔ تبلیغ اسلام کی غرض سے بھی آپ نے کئی ممالک کے دورے کیے۔ ۱۹۸۱ء میں عالمی کانفرنس اہل سنت والجماعت برطانیہ کی دعوت پر آپ انگلینڈ تشریف لے گئے۔ اور برمنگھم میں ایک عظیم الشان جلسے کی صدارت کی۔ علاوہ ازیں دیگر ایشائی، افریقی اور یورپی ممالک میں بھی تشریف لے گئے۔ حکومت پاکستان کے ایماء پر آپ نے بابری مسجد کے سانحہ پر عالمی رائے عامہ بیدار کرنے کی غرض سے مختلف ممالک کے دورے کیے۔

سید برکات احمد شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نہ صرف پیکر رعنا — ہستی زیبا — نازش اہل ہدی — اہل دل کے مقتدا — مجسمہ مہر و وفا — سنیوں کے پیشوا — غلام غوث الوری — نزل نما اور مشکل کشا تھے بلکہ قافلہ عشق ومستی کے راہنما اور کشتۂ خنجر عشق مصطفی ﷺ بھی تھے۔ یہی وجہ ہے کہ اس عاشق محبوب خدا نے اپنے بے چین و بے قرار دل کو قرار دلانے کیلئے کئی بار روضۂ رسول ﷺ کی حاضری دی اور عشق ومستی کے پرکیف عالم میں ہدیہ درود وسلام پیش کرنے کی سعادت حاصل کی۔ اپنی حیات مستعار میں آپ نے آٹھ حج ادا کیے۔ ایک دفعہ مجاہد ملت جناب حضرت مولانا عبدالستار خان نیازی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ بھی ہمراہ تھے۔ اور آپ نے تقریباً پینتیس مرتبہ عمرہ ادا کیا۔ (ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء)

مجموعی طور پر آپ نے صحت مند زندگی گزاری۔ البتہ عمر عزیز کے آخری چند سالوں میں جب بہار آتی تو پھولوں کی پیلن (Pollen) سے آپ کو تحرک منفی (Allergy) کی شکایت ہوجاتی۔ جس سے بعض اوقات سانس لینے میں قدرے دشواری ہوتی۔

۱۹۹۳ء میں عارضہ خون دریافت ہوا جس میں Platelets کی تعداد تیزی سے کم ہو جاتی۔ مرض کی تشخیص و علاج کی خاطر آپ آغا خان ہسپتال کراچی اور برطانیہ بھی تشریف لے گئے۔ مگر جلد ہی واپس تشریف لے آئے۔ اور CMH اور PIMS اسلام آباد میں علاج جاری رکھا۔

علالت کے آخری ایام میں آپ دانستہ طور پر ٹھوس غذا سے اجتناب فرماتے اور محض مائع غذا لیتے۔ ۱۵ مئی ۱۹۹۴ء شام کو آپ کی طبیعت خراب ہوئی تو PIMS کمپلیکس کے انتہائی نگہداشت کے حصے میں منتقل کیا گیا۔ ۴ ذی الحج ۱۴۱۴ ہجری سوموار ۱۶ مئی ۱۹۹۴ء کو صبح چھ بجے کے قریب ۷۶ برس کی عمر میں اپنے دونوں شہزادوں کی موجودگی میں دار فانی سے رخصت ہو کر خالق حقیقی سے جا ملے۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)

اگلے روز جلالپور شریف میں آستانہ عالیہ سیال شریف کے سجادہ نشین جناب حضرت خواجہ محمد حمید الدین سیالوی مدظلہ العالی نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ جنازے میں لاکھوں افراد کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر موجود تھا۔ تل دھرنے کی جگہ نہ تھی۔ علاوہ ازیں متعدد اکابرین اور سیاسی راہنماء جن میں چیئرمین سینٹ وسیم سجاد صاحب' مولانا عبدالستار خان نیازی صاحب' سید اقبال حیدر وزیر قانون اور دیگر زعماء بھی شامل ہوئے۔ آپ اپنے جدّ اعلیٰ حضرت سید غلام حیدر علی شاہ بادشاہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے پہلو میں مدفون ہوئے۔

آپ کے دو صاحبزادگان ذی شان ہیں۔ جناب سید انیس حیدر مدظلہ العالی اور حضرت سید محمد تنویر حیدر مدنی مدظلہ العالی دونوں صاحبزادگان کو آستانہ عالیہ سیال شریف سے خرقۂ خلافت عطا ہوا۔ حضور قبلہ پیر سید محمد انیس حیدر شاہ صاحب مدظلہ العالی بیرون ملک' تنظیم اقوام متحدہ (UNO) میں تعینات تھے۔ حضرت صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے وصال کے بعد آستانہ عالیہ جلالپور شریف کے سجادہ پر مسند آراء ہوئے۔ ان دنوں آپ افغانستان کے معاملات کی دیکھ بھال نے والی اقوام متحدہ کی ٹیم میں بحیثیت سینئر ایڈوائزر اسلام آباد میں تعینات تھے۔ والد بزرگوار

marfat.com

کے نیک خصائل میں سے آپ کو وافر حصہ ملا ہے۔آپ معاملہ فہم اور نہایت زیرک ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کو آپ کی خداداد صلاحیتوں کی وجہ سے مولانا عبدالستار خان نیازی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے جمعیت علماء پاکستان کا چیف آرگنائزر مقرر کیا۔ بعد ازاں علامہ نیازی صاحب کی وفات حسرت آیات کے بعد آپ کو بلا مقابلہ جمعیت علماء پاکستان کا مرکزی صدر منتخب کیا گیا۔امت مسلمہ کی زبوں حالی آپ سے پوشیدہ نہیں ہے۔آپ اپنی زندگی کا ہر لمحہ اس کی خوشحالی کیلئے وقف کر چکے ہیں۔اور مملکت خداد پاکستان میں نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ کیلئے امت مسلمہ کو ''ایک بنو اور نیک بنو'' کا سبق از بر کرا رہے ہیں۔انشاءاللہ وہ دن دور نہیں جب آپ کی مساعی جمیلہ رنگ لائیں گی۔اور مملکت خداداد میں نظام مصطفیٰ ﷺ رائج ہوگا۔

(وما ذالک علی اللہ بعزیز)

عاشقانِ   خوب   اوز خوباں   تر
خوش   تر   و   زیبا   تر   و   محبوب   تر

عشّاق حبیب کبریاء ﷺ کی فہرست میں بڑی بڑی ہستیوں کے نام آتے ہیں۔ جن کے ذکر جمیل کیلئے کتابوں کے دفتر لکھے جاسکتے ہیں۔ان مقدس ہستیوں میں کچھ ایسے شمع مصطفوی ﷺ کے پروانے اور دیوانے ہیں جو عشق رسول اللہ ﷺ کی اس عظیم منزل پر فائز ہیں کہ لبوں پر ان کا نام آتے ہی دل میں سوز و گداز' کیف و سرور اور عشق و مستی کی ایک نئی دنیا آباد ہو جاتی ہے۔اور زبان بے ساختہ پکار اٹھتی ہے ؎

''خدا   رحمت   کند   ایں   عاشقان   پاک   طینت   را''

ان مقدس ہستیوں میں عاشق رسول' مداح حبیب لبیب جناب حضور قبلہ پیر سید محمد تنویر حیدر شاہ صاحب مدنی مدظلہ العالی کسی تعارف کے محتاج نہیں۔آپ قبلہ سید برکات احمد شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے دوسرے فرزند دلبند ہیں۔آپ کا سینہ محبت مصطفوی ﷺ کا گنجینہ ہے۔آپ کی زبان حق ترجمان سے نکلا ہوا ہر ہر لفظ رشد و ہدایت کا سرچشمہ ہے۔

marfat.com

کہ عشق مصطفیٰ ساماں اوست

بحر و بر در گوشہ داماں اوست

آپ G.H.Q کے شعبہ کمپیوٹر میں تعینات تھے۔ لیکن عشق مصطفیٰ ﷺ کی تڑپ نے آپ کو پل بھر کے لئے بھی چین سے نہ بیٹھنے دیا۔ چنانچہ آپ زیارت حرمین شریفین کیلئے تشریف لے گئے اور تقریباً تین سال سرکار دو عالم ﷺ کے قدموں میں آتش عشق کو ٹھنڈا کرتے رہے۔ لیکن ے

''مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی''

اس دوران میں آپ ہر آن انوار و تجلیات سرور کائنات ﷺ کی بارش سے سیراب ہوتے رہے۔ ۱۹۹۲ء میں آپ دہلی شریف اور اجمیر شریف خواجہ نظام الدین اولیاء اور خواجہ معین الدین چشتی رحمہما اللہ تعالیٰ اور دیگر بزرگان دین کی زیارت کیلئے تشریف لے گئے۔ ۱۶ اپریل ۱۹۹۵ء کو آپ بغداد شریف حضرت سید عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مزار پاک پر حاضری اور دیگر زیارات کے لئے عازم سفر ہوئے۔

علاوہ ازیں جب بھی آپ کو سرکار مدینہ ﷺ یاد فرماتے ہیں تو آپ روضہ رسولؐ کی حاضری کی سعادت حاصل کرتے رہتے ہیں۔

آپ اپنے جدّ اعلیٰ حضرت پیر سید غلام حیدر علی شاہ بادشاہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی صورت و سیرت میں شبیہ ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ عقیدتمند حضرات میں آپ ''تصویر حیدر'' اور ''چن جی سرکار'' ایسے خوبصورت القابات سے پہچانے جاتے ہیں۔

حضور قبلہ السید برکات احمد شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی صحبت پاک کا نتیجہ ہے کہ آپ کے دونوں شہزادے آسمان ولایت کے درخشندہ ستارے ہیں۔ جو اپنی ضیا پاشیوں سے دنیا کو منور کئے ہوئے ہیں۔

ہم نیاز مندگان جلالپور شریف اللہ رب العزت کے حضور دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان

marfat.com

ہستیوں کا سایہ ہمارے سروں پر تا دیر قائم و دائم رکھے۔

خاندان عالیہ جلالپور شریف کو دینی و دنیاوی عروج و افتخار حاصل ہو۔ ان کے روحانی تصرفات میں اضافہ ہو اور چشمۂ محبت و رشد و ہدایت خلق خدا تعالی کیلئے ابدلا باد تک جاری و ساری رہے۔ اور ہم سب مسلمانان عالم کو نور ایمان، نور محبت و عقیدت، نور علم و ہنر اور نور فتح و ظفر سے مالا مال کرے۔ آمین!

حضور سیدی پیر سید برکات احمد شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالی کی ولادت باسعادت کے موقع پر جو قصیدۂ تہنیت بطور مسدس صوفی محمد دین ایڈیٹر "صوفی رسالہ" نے پیش کیا وہ ہدیہ قارئین ہے۔

قصیدۂ تہنیت

نئی سی شادمانی آج کیوں عالم پہ طاری ہے
نرالے رنگ میں کیوں موجۂ باد بہاری ہے
نہ قمری کو نہ بلبل کو چمن میں بے قراری ہے
جدھر دیکھو ادھر دریائے جشن عیش جاری ہے
شجر پر کیف ہیں شاخیں نظر آتی ہیں مستی میں
کھلا ہے کیا کوئی تازہ شگوفہ باغ ہستی میں

بہاریں سینکڑوں آئیں گئیں گلزار میں اب تک
دکھائے رنگ سبزے نے بہت کہسار میں اب تک
ہزاروں انقلاب آئے نگاہ یار میں اب تک
ترنگیں آئی ہیں لاکھوں دل سرشار میں اب تک
مگر کچھ آج کل عالم مسرت کا نیا سا ہے
کہ رنگ جذبۂ عیش و طرب نکھرا ہوا سا ہے

سنو بلبل کے نغمے میں نیا اعلان ہے کوئی

marfat.com

وہ دیکھو دامن گل میں نیا سامان ہے کوئی
کوئی مرغ چمن سکتے میں ہے حیران ہے کوئی
نیا اس باغ میں آیا ہوا مہمان ہے کوئی

بنایا شاخ نخل گل نے سہرا گل فشانی کا
کیا شبنم نے صحن باغ میں چھڑکاؤ پانی کا

گھٹا رحمت کی اٹھی جھوم کر ابر بہار آیا
وفور کیف سے نرگس کی آنکھوں میں خمار آیا
پئے گیسوئے سنبل روغن مشک تتار آیا
منادی بوستاں کے چپے چپے پر پکار آیا

زیارت کو چلیں سب "نوگلِ عظمت" ہوا پیدا
خدا کے فضل سے "سرمایہ برکت" ہوا پیدا

جوانان چمن اس کو چمن آراء سمجھتے ہیں
تمام اہل ولا اللہ کا پیارا سمجھتے ہیں
اگر ماں باپ اس کو آنکھ کا تارا سمجھتے ہیں
تو جو ہیں دیکھنے والے وہ مہ پارہ سمجھتے ہیں

خدا نے برکتوں والا بنایا اس کو بے حد ہے
اسی نسبت سے اس کا نام بھی برکات احمد ہے

ابوالبرکات کنیت جو سید فضل شاہ کی تھی
خدا کے فضل سے معناً بھی اب وہ ہوگئی پوری
خدا نے چاند سا بیٹا دیا رحمت ہے یہ اس کی
ملا کرتا ہے شاہوں کو ہی ایسا شاہزادہ بھی

marfat.com

تجلی سے ہے گھر پر نور رشک ماہتاب ایسا
گہر بھی اس آگے ماند ہیں لعل خوشاب ایسا

گلستان میں اسی کے فیض سے سرسبز لالہ ہے
اسی کے پر تو روشن سے محفل میں اجالا ہے
ہویدا اس کے چہرے سے ضیائے حق تعالیٰ ہے
جبین کہتی ہے یہ بچہ بڑی تقدیر والا ہے

شرافت کے ہیں سب آثار پیدا اس کی صورت میں
یہ وہ خورشید ہے نکلا ہے جو برج خلافت سے

عطا ہو عمر حضر اس کو خدا سے التجا یہ ہے
کہ اک باغ تقدس کا نہال پر فضا یہ ہے
نہ ہو غم کوئی اس کو آرزو صبح و مسا یہ ہے
تصوف میں یہ پھونکے روح صوفی کی دعا یہ ہے

الٰہی عمر او از عرصۂ محشر بادا
بلند و سرخرو احباب، دشمن سرنگوں بادا

تمت بالخیر

marfat.com

روشن کریں گے علم سے ایسے چراغ ہم ✻ بجھ بھی گئے اگر تو اجالا نہ جائے گا

آستانہ عالیہ جلالپور شریف کے زیر اہتمام

تعلیم وتزکیہ کی معیاری درسگاہ' دینی وعصری تعلیم کا حسین امتزاج

جامعہ حیدریہ فضل العلوم

گزشتہ کئی سال سے تشنگان علم وحکمت کی پیاس بجھانے میں مصروف عمل ہے

داخلہ: ← داخلہ ہر سال مڈل کے نتائج کے بعد ہوتا ہے۔
دوران سال بالعموم داخلہ نہیں ہوتا۔

نصاب تعلیم: علوم جدیدہ: ← میٹرک' ایف اے' کمپیوٹر سائنس' بی اے' ایم اے

علوم دینیہ: ← ادیب عربی' عالم عربی' فاضل عربی اور دورۂ حدیث

جامعہ کی نمایاں خصوصیات

- اسلامی ضوابط کے تحت معیاری تربیت' منفرد نصاب' پاکیزہ اور سنجیدہ ماحول
- ہم نصابی سرگرمیوں پر خصوصی توجہ
- مفت تعلیم وتربیت کا بہترین نظام
- بلند معیار تعلیم' معیاری لائبریری اعلیٰ تعلیم یافتہ' باکردار اور مہذب سٹاف
- شفاف وپرسکون فضاء
- بہترین عمارت اور ڈسپنسری

الداعی الی الخیر

پرنسپل جامعہ حیدریہ فضل العلوم
جلالپور شریف ضلع جہلم۔ فون: 0458-786001

marfat.com

عشق مصطفیٰ ﷺ سے آباد اور منور دل رکھنے والے سعادتمندوں کے حضور عشق و محبت، سوز و گداز اور فصاحت و بلاغت سے لبریز تحفہ

خطبات امیر حزب اللہ

پیر سید محمد فضل شاہ صاحب رحمہ اللہ

جس کے مطالعہ سے قلب و روح میں معرفت الٰہی، عشق مصطفیٰ ﷺ اور محبت اولیاء کرام کا طوفان امڈ آتا ہے۔ اور جسم و جان میں آزادی و حریت کی ایک نئی لہر دوڑ آتی ہے۔

- یہ اس مجاہد اعظم کی پکار دلفگار ہے
- جس نے مجاہدانہ عزائم سے کام لے کر خطرات زمانہ کا مردانہ وار مقابلہ کیا۔
- جس نے سینوں کو نئی امنگوں سے نوازا۔
- جس نے مردہ قلوب میں ایک عجیب و غریب تڑپ پیدا کی۔
- جس نے طوفانوں کا مقابلہ کر کے شمع اسلام کو روشن کیا۔
- جس نے مسلمانوں کو نئی بصیرت عطا کی۔
- اور جس نے خطہ پاکستان کو نئی راہ پر گامزن کیا۔

اس کتاب کو کتابت و طباعت کی جدید ترین خوبیوں اور خوش اسلوبیوں سے مزین کر کے عنقریب شائع کیا جائے گا انشاء اللہ العزیز!

پتہ برائے رابطہ:

سیکرٹری نشر و اشاعت بزم حیدریہ

جامعہ حیدریہ فضل العلوم آستانہ عالیہ جلالپور شریف (جہلم)

Designed by: AIIMDesigns